الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ

اشرفیہ

مبارک پور

اپریل 2022ء

ashrafiamonthly@gmail.com

https://aljamiatulashrafia.in

مسلم طالبات اور حجاب
چند تجاویز

(1)-اہلِ خیر حضرات خود اسکول اور کالجز کھولیں، وہاں عصری اور دینی تعلیم و تربیت ہو۔

(2)-کئی ایک خانقاہوں اور اہلِ خیر حضرات نے عصری تعلیم کے بڑے بڑے ادارے شروع کیے ہیں، مگر اتنے بڑے ملک میں وہ ناکافی ہیں۔

(3)عام طور پر دولت مند خانوادے مغربی تہذیب اور دیگر مذاہب کی تہذیب پر فخر کرتے ہیں، حالاں کہ اسلامی تہذیب و تمدن ہر اعتبار سے سب سے فائق اور نسوانی عصمتوں کی سب سے بڑی محافظ ہے۔

(4)-اب اسکول اور کالج آمدنی کے بھی بڑے ذرائع ہیں۔ معاشی نقطۂ نظر سے بھی یہ ایک اچھا بزنس ہے۔

(5)-شرم و حیا کا لحاظ، نماز و روزے کی پابندی اور شرعی اصولوں کی رعایت اعلیٰ تعلیم کے تقاضے ہیں۔ اس شرعی ضرورت کے پیشِ نظر بھی عصری اداروں کے ذمہ داروں کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔

(6)-سب سے خاص بات یہ ہے کہ مسلمان اپنی بچیوں کو اسلامی تعلیم سے آراستہ کریں۔ اس سے طالبات، حافظات، قاریات، عالمات، فاضلات اور مبلغات بنتی ہیں۔ جہاں جہاں طالبات کے لیے دینی مدارس قائم ہیں وہاں کی لڑکیاں خوش حال اور نیک سیرت ہیں۔

(7)-اسلامی تعلیم و تربیت سے آراستہ طالبات اپنے میکے کو بھی سنوارتی ہیں اور اپنی سسرال کو بھی۔

(8)-مسلم خواتین کے لیے مگر اسلامی تہذیب و تمدن اور حجاب و پردہ شرعی طور پر ضروری ہے، مسلمانوں کو اس کا خیال رکھنا چاہیے، اسی میں دین اور دنیا کی کامیابی ہے۔

مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ — مبارک پور

اشرفیہ

زیر سرپرستی

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ

عبدالحفیظ عزیزی

سربراہِ اعلیٰ

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

THE ASHRAFIA MONTHLY Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404

جلد نمبر 46 شمارہ 4 | اپریل 2022ء | رمضان 1443ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ : مبارک حسین مصباحی

منیجر : محمد محبوب عزیزی

تزئین کار : مہتاب پیامی

مجلس مشاورت

مولانا محمد احمد مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی

مولانا محمد ادریس بستوی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

+91 9935162520 (Manager)

زرِ تعاون

قیمت عام شمارہ: 30 روپے

سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپے

سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپے

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ

750 روپے

دیگر بیرونی ممالک

25$ امریکی ڈالر — 20£ پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

BHIM

BHIM UPI Payments Accepted at

ASHRAFIA MONTHLY

ASHRAFIA MONTHLY
A/c No. 3672174629
Central Bank Of India
Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

http://www.aljamiatulashrafia.org

Email : ashrafiamonthly@gmail.com
mubarakmisbahi@gmail.com
info@aljamiatulashrafia.org

مولانا محمد ادریس بستوی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

نگارشات

اداریہ	مسلم طالبات کا پردہ: ایک مختصر جائزہ	مبارک حسین مصباحی	3

مطالعۂ قرآن

تفہیمِ قرآن	انانیت کا انجام (آخری قسط)	مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری	7

مطالعۂ حدیث

تفہیمِ حدیث	علمِ غیبِ مصطفیٰ ﷺ (چوتھی قسط)	مفتی محمود علی مشاہدی	9

فقہیات

آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں علماے دین؟	مفتی محمد نظام الدین رضوی	11

نظریات

فکرِ امروز	صلاحیت کا غلط استعمال	انس مسرور انصاری	13

اسلامیات

شعائر	سیرت اور کردار سازی میں صحبت کا اثر	مولانا غلام مصطفیٰ رضوی	17

اساطین تصوف

ذکرِ جمیل	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (آخری قسط)	محمد اعظم مصباحی مبارک پوری	20
	شیخ طریقت حضرت سید شاہ	مولانا محمد شاہد علی اشرفی	22

شخصیات

انوارِ حیات	حضرت مولانا مفتی آلِ مصطفیٰ مصباحی علیہ الرحمہ (آخری قسط)	مبارک حسین مصباحی	25

سیاسیات

آئینۂ عالم	عصرِ حاضر کا دینِ ابراہیمی اور عالمِ عرب کے بہکتے قدم (آخری قسط)	مہتاب پیامی	30

بزمِ دانش

فکر و نظر	حجاب	مفتی منظر حسن اشرفی/ مفتی ساجد رضا مصباحی/ حافظ محمد ہاشم قادری	35

ادبیات

نقد و نظر	رندانہ — فکر و فن کے آئینے میں	تبصرہ نگار: سید شمیم احمد گوہر مصباحی	43
خیابانِ حرم	منظومات	ثاقب قمری مصباحی/ سید محمد نور الحسن نور نوابی عزیزی	46

وفیات

سفرِ آخرت	غازیِ دوراں سید ظفر مسعود اشرف اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمہ	مبارک حسین مصباحی	47

مکتوبات

صدائے بازگشت	مبارک حسین مصباحی/ محمد شعیب رضا نظامی فیضی		53

سرگرمیاں

خیر و خبر	دوروزہ مسابقۂ خطابت، صحافت، حدر، ترتیل و نعت شریف		55
	قاری شرف الدین مصباحی کو صدمہ، والدہ ماجدہ کا انتقال پر ملال		

مسلم طالبات کا پردہ-ایک مختصر جائزہ

مبارک حسین مصباحی

آج ہمارے محبوب وطن ہندوستان کی عصری درس گاہوں میں مسلم طالبات کا پردہ یا حجاب اہم مسئلہ بن گیا ہے۔ ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے، آئین ہند میں یہ وضاحت ہے کہ ہر فرد کو اپنے مذہب کے مطابق رہنے سہنے، کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کا بنیادی حق حاصل ہے، مسئلہ صرف کالج کی ڈریس کا نہیں بلکہ باحجاب طالبات کا کالج میں داخلے پر پابندی لگانے کا ہے۔ حجاب پر تنازعہ 28/ دسمبر 2021 کو اس وقت شروع ہوا جب اڈوپی کی ایک پری یونیورسٹی گورنمنٹ کالج میں یونیفارم پہنے ہوئیں 6 مسلم طالبات کو کیمپس سے باہر اس لیے جانے کو کہا گیا کہ وہ حجاب لگاکر آئی تھیں۔ طالبات نے وجہ جاننا چاہی تو بتایا گیا کہ حجاب یونیفارم کا حصہ نہیں ہے۔ طالبات نے بتایا کہ وہ کالج میں داخلے کے بعد گذشتہ تین سال سے حجاب کے ساتھ کالج آرہی ہیں۔ اس وقت تو کسی نے اعتراض نہیں کیا تو وہ اچانک انتظامیہ کی نظروں میں کیوں کھٹکنے لگیں، مگر اس کا جواب نہیں دیا گیا۔ مسکان ایک نوجوان دوشیزہ ہے اس نے شدت پسندوں کے سامنے اللہ اکبر کے نعرے لگاکر جواں ہمتی کا مظاہرہ کیا ہے۔

میڈیا سے بات کرتے ہوئے مسکان نے کہا میں بالکل پریشان نہیں تھی، دراصل ایسا ہوا کہ میں اپنی اسائن منٹس جمع کرانا چاہتی تھی، اس لیے میں کالج میں داخل ہوئی، لیکن وہ مجھے کالج میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے رہے تھے، کیونکہ میں نے برقع پہن رکھا تھا۔ تاہم میں کسی طرح اندر آئی جس کے بعد وہ میرے سامنے جے شری رام کے نعرے لگانے لگے، اس کے بعد میں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگانا شروع کر دیا، ہجوم میں صرف 10 فیصد لڑکے کالج کے تھے اور باقی باہر سے تھے۔ اسکول کے پرنسپل اور اساتذہ نے میرا ساتھ دیا اور مجھے بھیڑ سے بچایا۔ مسکان نے کہا: یہ پچھلے ہفتے ہی شروع ہوا تھا۔ میں کلاس میں حجاب پہنتی اور برقع اتار دیتی تھی۔ حجاب اسلامی تہذیب کا ایک حصہ ہے۔ پرنسل نے ہمیں برقع نہ لے جانے کا مشورہ دیا ہے۔ ہم حجاب کے لیے احتجاج جاری رکھیں گے۔ میرے ہندو دوستوں نے میرا ساتھ دیا۔ میں خود کو محفوظ سمجھتی ہوں۔

کرناٹک میں میسور بنگلور ہائی وے پر انڈیا میں واقع پی ای ایس کالج آف آرٹس، سائنس اینڈ کامرس کی طالبہ کی ہر طرف ستائش ہو رہی ہے۔ ہندوستان میں ہی نہیں دوسرے ملکوں میں بھی لوگ اس کی تعریف کر رہے ہیں۔ کرنی بھی چاہیے، اس نے کم بہادری کا کام نہیں کیا ہے۔ بہت سے لوگوں نے اپنے فیس بک کو ہاٹس ایپ اور سوشل میڈیا کے دوسرے پلیٹ فارموں پر اپنے اکاؤنٹس کی ڈی پی کے طور پر اس طالبہ کا فوٹو لگایا ہے۔

واضح رہنا چاہیے کہ کرناٹک کا نام پہلے میسور تھا، مسکان طالبہ کا واقعہ بھی میسور روڈ کا ہے، وہی میسور جہاں اپنے ملک کا سچا وفادار اور انگریزوں کا شدید دشمن ٹیپو سلطان تھا، اسے شیرِ ہندوستان بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کا مشہور قول تھا ”گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن زندگی بہتر ہے“۔ حضرت ٹیپو سلطان نے اپنوں کی غداری سے عین میدان جنگ میں جامِ شہادت نوش کیا۔ بہادر طالبہ مسکان انھیں فضاؤں میں پروان چڑھی ہے۔ اس نے بھی انھیں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے سیکڑوں جے شری رام کے نعرے لگانے والوں کے بیچ اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے اپنے کلاس روم کی جانب بڑھ گئی۔

شموگہ، کرناٹک میں 26 سالہ ہرش کو قتل کر دیا گیا، مقتول کے خلاف پہلے سے ہی سے سخت مقدمات درج ہیں۔ وہ بجرنگ دل کا سرگرم رکن تھا اور گئورکشھک کا بھی متحرک کارگزار تھا۔ حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ مقتول نے مسلم طالبات کے حجاب کے خلاف بھی متعدّد پوسٹیں اپنے وال پر ڈالی تھیں۔ عام لوگوں میں اس کے خلاف غم وغصہ تھا، مگر قتل کے بعد اب تک تفتیش کاروں کا کہنا ہے کہ قاتلوں نے شراب کے نشے میں یہ سب کچھ کیا ہے، فرقہ واریت کا اس قتل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ شموگہ میں حکم امتناعی کے باوجود مسلمانوں کی درجنوں گاڑیاں جلادیں، دو کانوں اور گھروں میں آگ لگادی، مساجد وغیرہ کو بھی نقصان پہنچایا ہے۔

کرناٹک حکومت نے تسلیم کیا ہے کہ ہندوستان میں حجاب پہنے پر کوئی پابندی نہیں لیکن پھر کہا کہ ادارہ جاتی نظم وضبط کی بنا پر اس پر معقول پابندیاں ہیں۔ ایڈوکیٹ جنرل پر بھولنگ نوادگی نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ سر پر اسکارف پہنے کا حق آرٹیکل 25/ کے تحت بلکہ یہ 19/(1)(اے) کے

mubarakmisbahi@gmail.com

زمرے میں آتا ہے۔ کرناٹک حکومت نے فرانس کا حوالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ وہاں حجاب پر پابندی کے باوجود مذہب اسلام موجود ہے، تاہم حکومت نے یہ ذکر نہیں کیا کہ فرانس میں سبھی مذاہب کی علامات پر پابندی عائد ہیں۔ اس میں سکھوں کی پگڑی، عیسائیوں کی صلیب اور ہندوؤں کی دیگر مذہبی علامات بھی شامل ہیں۔

سماعت کے دوران ریاستی حکومت نے یہ بھی کہا کہ تعلیمی اداروں میں حجاب پر پابندی صرف کلاسز اور پڑھائی کے وقت کے لیے ہے۔ سماعت کے دوران، ریاستی حکومت کی طرف سے ایڈوکیٹ جنرل نے کہا کہ ہمارے پاس کرناٹک تعلیمی اداروں کے طور پر ایک قانون (درجہ بندی اور رجسٹریشن قوانین) موجود ہے۔ یہ ضابطہ مخصوص ٹوپی یا حجاب پہننے سے منع کرتا ہے۔ ایڈووکیٹ جنرل نے مزید کہا کہ کیمپس میں حجاب پہننے پر کوئی پابندی نہیں، یہ صرف کلاس روم کے لیے ہے۔ مذہب کی بنیاد پر کوئی امتیاز نہیں ہے۔

دوسری طرف کرناٹک کے تعلیمی اداروں میں حجاب پر پابندی کے خلاف ہائی کورٹ میں عرضی دائر کرنے والی طالبہ ہاجرہ شفا کے والد کے ہوٹل پر شرپسندوں نے 21 فروری کی رات کو حملہ کیا تھا، جس میں ہاجرہ کا بھائی شدید زخمی ہوا ہے۔ یہ واقعہ اڈوپی ضلع کے مالپے میں پیش آیا۔ ایک ٹویٹ میں ہاجرہ نے کہا کہ: سنگھ پریوار کے غنڈوں نے وحشیانہ حملہ کیا، میں ان کے خلاف جلد سے جلد کارروائی کا مطالبہ کرتی ہوں۔" انھوں نے اس بات کی بھی تصدیق کی کہ ان کے بھائی پر حملہ کیا گیا جس میں وہ شدید زخمی ہوئے ہیں اور اب وہ ہسپتال میں زیر علاج ہے۔ شفا نے ٹویٹ میں مزید کہا کہ میرے بھائی پر ہجوم نے بے رحمی سے حملہ کیا، صرف اس لیے کہ میں اپنے حجاب کے لیے کھڑی ہوں جو میرا حق ہے۔ ہماری املاک کو بھی تباہ کیا گیا، آخر کیوں؟؟ کیا میں اپنا حق نہیں مانگتی؟ اس کا اگلا شکار کون ہوگا؟ میں سنگھ پریوار کے غنڈوں کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کرتی ہوں۔

اب ہمارے ملک میں یہ بحث بھی خوب ہو رہی ہے کہ مذہب اسلام میں پردہ یا حجاب لازمی ہے یا نہیں، مقامِ افسوس یہ ہے کہ ان مباحث میں سیاسی لوگ اور آفیسران حصہ لے رہے ہیں، جو شریعت کے رموز و اسرار سے نا آشنا ہیں، اسی طرح بعض مسلمان بھی سرگرم نظر آتے ہیں، جن کے پاس نہ علمِ دین ہے اور نہ شرعی اصول کی کماحقہ آشنائی، اس لیے ضروری ہے کہ قرآن عظیم، احادیث نبویہ اور فقہ کی روشنی میں کچھ بیان کر دیا جائے۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: "وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ۪ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ" (پ18، النور، آیت:31.)

ترجمہ: مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں۔

اور فرماتا ہے: "یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۵۹﴾" (پ22، الاحزاب:59.)

"اے نبی! اپنی ازواج اور صاحبزادیوں اور مومنین کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنے اوپر اپنی اوڑھنیاں لٹکالیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ وہ پہچانی جائیں گی اور ان کو ایذا نہیں دی جائے گی اور اللہ (عزوجل) بخشنے والا مہربان ہے۔"

ان دونوں آیتوں سے مسلم خواتین کے لیے احکام واضح ہیں کہ وہ اپنے بناؤ سنگار نہ دکھائیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، اپنی اوڑھنیاں لٹکائیں۔

اب ذیل میں چند احادیث پیش کرتے ہیں:

حدیث 1: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "عورت شیطان کی صورت میں آگے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں پیچھے جاتی ہے، جب کسی نے کوئی عورت دیکھی اور وہ پسند آگئی اور اس کے دل میں کچھ واقع ہو تو اپنی عورت سے جماع کرے، اس سے وہ بات جاتی رہے گی جو دل میں پیدا ہوگئی ہے۔" (صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب ندب من رأى إمرأة... إلخ، الحدیث:9-(1403)، ص726)

حدیث 2: دارمی نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کسی عورت کو دیکھا اور وہ پسند آگئی تو اپنی زوجہ کے پاس چلا جائے کہ اس کے پاس بھی ویسی ہی چیز ہے جو اس کے پاس ہے۔"

(سنن الدارمی، کتاب النکاح، باب الرجل یری المرأۃ فیخاف علی نفسہ، الحدیث:2215، ج2، ص196)

حدیث 3: صحیح مسلم میں جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق دریافت کیا۔ حضور (ﷺ) نے حکم دیا کہ اپنی نگاہ پھیر لو۔ (صحیح مسلم، کتاب الآداب، باب نظر الفجاءۃ، الحدیث: 45-(2159)، ص1190)

حدیث 4: امام احمد و ابوداود و ترمذی و دارمی نے بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ "ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ کرو (یعنی اگر اچانک بلاقصد کسی عورت پر نظر پڑ جائے تو فوراً نظر ہٹالے اور دوبارہ نظر نہ کرے) کہ پہلی نظر جائز ہے اور دوسری نظر جائز نہیں۔" (المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث بریدۃ الأسلمی، الحدیث: 23052، ج9، ص18 - 19/ سنن الترمذی، کتاب الأدب، باب ماجاء فی نظرۃ الفجاءۃ، الحدیث: 2786، ج4، ص356)

حدیث 5: ترمذی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "عورت عورت ہے یعنی چھپانے کی چیز ہے جب وہ نکلتی ہے، تو اسے شیطان جھانک کر دیکھتا ہے۔" (سنن الترمذی، کتاب الرضاع، باب: 18، الحدیث: 1176، ج2، ص392) یعنی اسے دیکھنا شیطانی کام ہے۔

حدیث 6: بیہقی نے حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ "دیکھنے والے پر اور اُس پر جس کی طرف نظر کی گئی اللہ (عزوجل) کی لعنت۔" (شعب الإیمان، باب الحیاء، فصل فی الحمام، الحدیث: 7788، ج6، ص162) یعنی دیکھنے والا جب بلا عذر قصداً دیکھے اور دوسرا اپنے کو بلاعذر قصداً دکھائے۔

حدیث 7: ترمذی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول ﷺ نے فرمایا: "جب مرد عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے، تو تیسرا شیطان ہوتا ہے۔" (سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ، الحدیث: 2172، ج4، ص67)

حدیث 8: ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جن عورتوں کے شوہر غائب ہیں ان کے پاس نہ جاؤ، کہ شیطان تم میں خون کی طرح تیرتا ہے یعنی شیطان کو بہکاتے دیر نہیں لگتی۔ ہم نے عرض کی، اور حضور (ﷺ) سے، یارسول اللہ! (ﷺ) فرمایا: اور مجھ سے بھی، مگر اللہ (عزوجل) نے میری اس کے مقابل میں مدد فرمائی، وہ مسلمان ہو گیا یا میں سلامت رہتا ہوں۔" (سنن الترمذی، کتاب الرضاع، باب: 17، الحدیث: 1175، ج2، ص391) حدیث کے لفظ میں دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔

حدیث 9: صحیح بخاری و مسلم میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔" ایک شخص نے عرض کی، یارسول اللہ (ﷺ)! دیور کے متعلق کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ "دیور موت ہے۔" (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لا یخلون رجل بامرأۃ إلا ذو محرم...إلخ، الحدیث: 5232، ج3، ص372./ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الخلوۃ بالأجنبیۃ...إلخ، الحدیث: 20(2172)، ص1196)

یعنی دیور کے سامنے ہونا گویا موت کا سامنا ہے کہ یہاں فتنہ کا زیادہ احتمال ہے۔

حدیث 10: امام احمد و ترمذی و ابوداود نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ یہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور (ﷺ) کی خدمت میں حاضر تھیں کہ عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے۔ حضور (ﷺ) نے ان دونوں سے فرمایا کہ "پردہ کرلو۔" کہتی ہیں: میں نے عرض کی، یارسول اللہ (ﷺ)! وہ تو نابینا ہیں، ہمیں نہیں دیکھیں گے۔ حضور (ﷺ) نے فرمایا: "کیا تم دونوں اندھی ہو، کیا تم انھیں نہیں دیکھوگی۔" (سنن الترمذی، کتاب الأدب، باب ماجاء فی احتجاب النساء من الرجال، الحدیث: 2787، ج4، ص356./ المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ام سلمۃ زوج النبی ﷺ، الحدیث: 26599، ج10، ص183.)

ان احادیث سے مسلم خواتین کے حوالے سے جو احکام واضح ہیں ان کی مزید توضیح اور تشریح کی ضرورت نہیں۔ عورتوں کے پردوں اور حجابات کے تعلق سے کتنے سخت مسائل ہیں، جن عورتوں کے شوہر نہیں ہیں، تنہائی میں ان کے پاس جانا درست نہیں، بھابھیوں کو دیوروں سے مذاق کرنا اور تنہائی میں ان کے پاس وقت گزارنا موت کے مترادف ہے۔ اسی طرح کسی اجنبی سے ملنا بھی خلافِ شرع ہے۔ اب اگر اچانک کسی خاتون پر نظر پڑ جائے تو اسی وقت اپنی نگاہ پھیر لے اور دوسری نگاہ اس پر ہرگز نہ ڈالے، ان احادیث کے اندر جھانک کر دیکھیں تو حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ شریعت کا خواتین کے تعلق سے نقطۂ نظر کیا ہے۔ اسی کا نام اسلامی تہذیب ہے۔ آج جو دنیا بھر میں زناکاریاں اور بدکاریاں ہو رہی ہیں انہی تمام اسباب کے نظر انداز کرنے کے نتائج ہیں۔

اب چند مسائلِ فقہیہ پر بھی ایک نظر ڈال لیں:

مسئلہ: اجنبیہ عورت نے خوب موٹے کپڑے پہن رکھے ہیں کہ بدن کی رنگت وغیرہ نظر نہیں آتی، تو اس صورت میں اس کی طرف نظر کرنا جائز ہے، کہ یہاں عورت کو دیکھنا نہیں ہوا بلکہ ان کپڑوں کو دیکھنا ہوا یہ اس وقت ہے کہ اس کے کپڑے چست نہ ہوں اور اگر چست کپڑے پہنے ہو کہ جسم کا نقشہ کھنچ جاتا ہو مثلاً چست پائجامہ میں پنڈلی اور ران کی پوری ہیئت نظر آتی ہے تو اس صورت میں نظر کرنا ناجائز ہے۔

اسی طرح بعض عورتیں بہت باریک کپڑے پہنتی ہیں مثلاً آب رواں (ایک قسم کا نہایت اچھا اور باریک کپڑا۔ دوپٹا) یا جالی یا باریک ململ ہی کا دوپٹا جس سے سر کے بال یا بالوں کی سیاہی یا گردن یا کان نظر آتے ہیں اور بعض باریک تنزیب یا جالی کے کرتے پہنتی ہیں کہ پیٹ اور پیٹھ بالکل نظر آتی ہے اس حالت میں نظر کرنا حرام ہے اور ایسے موقع پر ان کو اس قسم کے کپڑے پہننا بھی ناجائز۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الثامن فیما یحل ...إلخ، ج5، ص329)

مسئلہ: اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت یعنی دونوں کا ایک مکان میں تنہا ہونا حرام ہے ہاں اگر وہ بالکل بوڑھی ہے کہ شہوت کے قابل نہ ہو تو خلوت ہو سکتی ہے۔

ان شرعی مسائل سے یہ واضح ہے کہ متعارف اور غیر متعارف غیر محرم اجنبی عورت کو پردے اور حجاب کے ساتھ رہنا شرعی تقاضا ہے، مگر عہدِ حاضر میں فقہائے حنفیہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مسلم خواتین کو چہرے پر بھی حجاب ڈالنا ضروری ہے، بس آنکھیں کھلی رکھ سکتی ہیں۔ مغربی تہذیب کے مطابق باریک اور چست لباس پہننا بھی غیر شرعی ہے۔ جن لباسوں میں بدن کے نشیب و فراز ظاہر ہوں، ان سے سخت اجتناب کرنا چاہیے اور غیر محرموں کے ساتھ تنہائی میں رہنے سے تیسرا شیطان ہوتا ہے جو دل و دماغ پر قبضہ کر کے گناہ پر مجبور کر سکتا ہے۔

واضح رہے کہ کرناٹک کے کالجوں میں جو حجاب مخالف تحریک شروع ہوئی ہے اس کی دنیا بھر میں شدید مخالفت ہو رہی ہے۔ یہ مخالفت یا مذمت بلا وجہ نہیں ہے بلکہ ہمارے جمہوری ملک میں گذشتہ چند برسوں میں یکے بعد دیگرے جمہوریت شکن عملی معاملات سامنے آرہے ہیں۔ چند مسائل کو دیکھیے، شہریت ترمیمی بل، کسان آندولن، انسانی حقوق کی پامالی، جمہوری اقدار کی زبوں حالی، 2015ء میں لنچنگ کی کثرت، 2016ء میں نوٹ بندی، کشمیر کی خود مختاری کا خاتمہ، دہلی کا خونی فساد اور کووڈ-19 کی دوسری قیامت خیز لہر کا ناکام مقابلہ وغیرہ اور اب مسلم طالبات کے حجابات اور پردوں کا مسئلہ۔ دنیا کے 194 ممالک حجابات کی حمایت میں ہیں۔ امریکہ، کنیڈا، برطانیہ، فرانس، ملیشیا، ترکی وغیرہ ممالک میں بھی آر ایس ایس اور دیگر ہندوتو تحریکوں کی زبردست مخالفت ہو رہی ہے۔ مقامِ حیرت ہے کہ کرناٹک ہائی کورٹ نے حجاب پر فیصلہ محفوظ کر لیا ہے۔

آخر میں ہم چند تجاویز پیش کرتے ہیں:

(1)-اہلِ خیر حضرات خود اسکول اور کالجز کھولیں، وہاں عصری اور دینی تعلیم و تربیت ہو۔

(2)-کئی ایک خانقاہوں اور اہلِ خیر حضرات نے عصری تعلیم کے بڑے بڑے ادارے شروع کیے ہیں، مگر اتنے بڑے ملک میں وہ ناکافی ہیں۔

(3) عام طور پر دولت مند خانوادے مغربی تہذیب اور دیگر مذاہب کی تہذیب پر فخر کرتے ہیں، حالاں کہ اسلامی تہذیب و تمدن ہر اعتبار سے سب سے فائق اور نسوانی عصمتوں کی سب سے بڑی محافظ ہے۔

(4)-اب اسکول اور کالج آمدنی کے بھی بڑے ذرائع ہیں۔ معاشی نقطۂ نظر سے بھی یہ ایک اچھا بزنس ہے۔

(5)-شرم و حیا کا لحاظ، نماز و روزے کی پابندی اور شرعی اصولوں کی رعایت اعلیٰ تعلیم کے تقاضے ہیں۔ اس شرعی ضرورت کے پیشِ نظر بھی عصری اداروں کے ذمہ داروں کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔

(6)-سب سے خاص بات یہ ہے کہ مسلمان اپنی بچیوں کو اسلامی تعلیم سے آراستہ کریں۔ اس سے طالبات، حافظات، قاریات، عالمات، فاضلات اور مبلغات بنتی ہیں۔ جہاں جہاں طالبات کے لیے دینی مدارس قائم ہیں وہاں کی لڑکیاں خوش حال اور نیک سیرت ہیں۔

(7)-اسلامی تعلیم و تربیت سے آراستہ طالبات اپنے میکے کو بھی سنوارتی ہیں اور اپنی سسرال کو بھی۔

(8)-مسلم خواتین کے لیے مگر اسلامی تہذیب و تمدن اور حجاب و پردہ شرعی طور پر ضروری ہے، مسلمانوں کو اس کا خیال رکھنا چاہیے، اسی میں دین اور دنیا کی کامیابی ہے۔ ***

انانیت کا انجام

مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری

ارشاد باری ہے: اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۪ وَ اٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَ ابْتَغِ فِيْمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَ اَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۷۷﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِیْ ؕ اَوَ لَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَ لَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾ [سورۂ قصص:76-78]

بے شک قارون موسی کی قوم سے تھا، اس نے ان کے خلاف بغاوت کی، اور ہم نے اس کو اس قدر خزانے دیے تھے کہ ان کی چابیاں ایک طاقت ور جماعت کو تھکا دیتی تھیں، اس وقت کو یاد کرو جب اس کی قوم نے کہا کہ تم مت اتراؤ، بے شک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ اور اللہ نے جو تمھیں عطا کیا ہے اس سے آخرت کا گھر تلاش کرو، اور اپنی دنیا کا حصہ بھی نہ بھولو، اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرو جیسے اللہ نے تمھارے ساتھ کیا، اور زمین میں فساد نہ مچاؤ، اللہ فساد مچانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ اس نے کہا: یہ مال مجھے میرے علم کی وجہ سے ملا ہے، کیا اسے نہیں معلوم کہ اس سے پہلے اللہ نے کتنی ایسی قوموں کو ہلاک کر دیا جو اس سے زیادہ طاقت ور اور مال دار تھیں، اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔

ان آیات میں قارون کی سرکشی کا ذکر ہے کہ اللہ نے اسے دولت دی تو وہ اترانے لگا، جب اسے اس کی قوم نے اور ان کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مال میں صحیح تصرف کرنے اور غرور و تکبر سے باز رہنے کو کہا تو وہ سرکشی پر اتر آیا، اور پیغام حق سن کر بولا کہ مجھے اپنے مال پر نازاں ہونے اور اس میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا، کیوں کہ اس مال کے حصول میں کسی کے احسان اور بندہ پروری کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، بلکہ اس جاہ و جلال، مال و منال اور خزانوں کے انبار کا راز صرف اتنا ہے کہ: اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِیْ۔ یہ سب کچھ مجھے میرے علم کی بنیاد پر ملا ہے۔

قارون کو اس کے کبر و نخوت اور انا پرستی نے اتنا اندھا کر دیا تھا کہ وہ خلاق اکبر کی عطا کا منکر ہو گیا، اور اپنی دولت کو اپنے رب کا عطیہ ماننے کے لیے تیار نہ ہوا تو پھر وہ ساری دنیا کے لیے سامان عبرت بن گیا، اور دنیا نے کھلی آنکھوں سے اس کا دردناک انجام دیکھ لیا، ارشاد باری ہے:

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ [سورۂ قصص:81]

ہم نے قارون کو اس کے محل سمیت زمین میں دھنسا دیا، اللہ کے مقابل اس کے پاس کوئی گروہ نہیں تھا جو اس کی مدد کو آتا۔ وہ خود بھی اپنا دفاع نہ کر سکا۔

غرور و تکبر کا اس سے دردناک انجام کیا ہو سکتا ہے کہ جس مال پر ناز تھا وہی مال تباہی کا ذریعہ بن گیا، اور جو خدام ہمہ وقت پہرہ داری کرتے تھے وہ عذاب الٰہی کو دیکھ بھاگ کھڑے ہوئے، اور جب عذاب آیا تو نہ بچاؤ کی کوئی تدبیر سمجھ میں آئی، نہ کوئی دست گیری کرنے والا ملا، واقعی ایسے غرور کا کیا حاصل جس سے نہ دنیا محفوظ ہو سکتی ہے نہ اخروی کامیابی کی امید کی جا سکتی ہے!!!

5۔ پانچواں انا پرست وہ منکر ہے جس کی مثال سورۂ کہف میں بیان کی گئی ہے، جس کو اللہ وحدہ لاشریک نے انگور کے دو باغ عطا فرمائے، جن کے بیچ میں کھیتی اور کنارے کنارے کھجور کے درخت اگائے، اور زمین میں پانی کے چشمے بھی جاری کر دیے؛ تاکہ باغوں اور کھیتوں کی سیرابی کے لیے کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے، لیکن یہ تونگر اور خوش حال شخص اپنے آپ میں اتنا گم ہو گیا کہ اس نے اپنے مسلمان دوست کی نصیحت نہیں سنی اور اپنے ہی کفر پر مصر رہا، ارشاد باری ہے:

وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّ حَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّ جَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾ؕ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَ لَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّ فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾ۙ وَّ كَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَ هُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾ وَ دَخَلَ جَنَّتَهٗ وَ هُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ﴿۳۵﴾ۙ وَّ مَاۤ

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّ لَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِىْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰٮكَ رَجُلًا ؕ ﴿۳۷﴾ لٰـكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّىْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّىْۤ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ [سورۂ کہف:33-38]

آپ ان سے دو شخصوں کا واقعہ بیان کرو، جن میں ایک کے لیے ہم نے انگور کے دو باغ بنائے، اور انھیں کھجور کے درختوں سے گھیر دیا، اور ان کے بیچ میں کھیت اگادیا۔ دونوں باغ پھل دار ہوئے اور پیداوار میں کوئی کمی نہیں کی، اور ہم نے ان کے درمیان نہر جاری کردی۔ جس کے پاس پھل تھے اس نے اپنے ساتھی سے بات کرتے ہوئے کہا: میں تم سے زیادہ مال دار ہوں اور افرادی قوت کے لحاظ سے مضبوط ہوں۔ وہ اپنی جان پر زیادتی کرتا ہوا باغ میں داخل ہوا، اور بولا: میں نہیں سمجھتا کہ یہ باغ کبھی فنا ہوگا، اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت قائم ہوگی، اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا گیا تو مجھے وہاں اس سے بہتر باغ ملے گا۔ اس کے ساتھی نے اس کا جوب دیتے ہوئے کہا: کیا تم اس رب کا انکار کرتے ہو جس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے تیار کیا، پھر درست انسان بنایا۔ لیکن میرا ایمان یہ ہے کہ اللہ ہی میرا رب ہے، اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

ان آیات کے مطابق خوش حال باغبان اپنی دولت کے نشے میں اس قدر اندھا ہو چکا تھا کہ پہلے اس نے اپنے ساتھی کی تحقیر کی، پھر باغ کی تعریف کی، اور آگے بڑھا تو قیامت ہی کا انکار کر دیا، اور کہا کہ قیامت کبھی نہیں آئے گی، بالفرض آبھی گئی تو میرا انجام بہت بہتر ہوگا، اور میرے لیے وہاں کے باغات یہاں سے زیادہ پھل دار اور خوش نما ثابت ہوں گے۔

لیکن خوش فہمیوں کی دنیا بڑی عجیب ہوتی ہے، دیکھنے میں بڑی خوب صورت ہوتی ہے لیکن اندر سے بڑی دل خراش ہوتی ہے، اور کسی بھی مغرور کی آنکھیں اسی وقت کھلتی ہے جب وہ عذاب الٰہی کی زد میں آتا ہے، اس مغرور کا بھی وہی انجام ہوا جو اس سے پہلے ابلیس اور دیگر متکبرین کا ہوا تھا، یہ شخص کہا کرتا تھا کہ میرا باغ ہمیشہ سلامت رہے گا، اور قیامت کبھی نہیں آئے گی، لیکن ایک دن اللہ کا قہر بن کر تیز آندھی آئی، اور چشم زدن میں باغ کو تاراج کر دیا، ظالم اپنے شرک وکفر پر نادم ہوا، اور باغ میں لگے پیسوں کی بربادی پر کف افسوس ملتا رہ گیا، ارشاد باری ہے:

وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَاۤ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّىْۤ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ؕ ﴿۴۳﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا۔

اس کا باغ عذاب کی زد میں آ گیا، تو وہ اپنے باغ میں ہوئے خرچ پر کف افسوس ملنے لگا، جو چھپروں کے بل زمین پر گرا تھا، وہ کہنے لگا: کاش کہ میں نے کسی کو اپنے رب کا شریک نہ بنایا ہوتا۔ اس وقت اللہ کے حضور اس کا کوئی مددگار نہ تھا، اور نہ خود وہ بدلہ لینے کے قابل تھا۔ یہیں سے واضح ہو گیا کہ ساری مدد خدائے برحق کی ہے، اسی کا ثواب سب سے عمدہ اور اسی کو ماننے کا انجام سب سے بہتر ہے۔

یہ ہے مغرور، متکبر اور انا پرستوں کا انجام، جو خود فریبی کا شکار ہو کر اپنے خالق ومالک کو بھول جاتے ہیں اور ہولناک انجام کو پہنچتے ہیں، اور جو ہم نے بیان کیا دنیاوی سزا ہے، اخروی سزا اس سے زیادہ دہشت ناک اور تباہ کن ہوگی، قیامت کے دن انا پرستوں کی بے سروسامانی کا عالم یہ ہوگا کہ نہ ان کا مال ان کے کام آئے گا، اور نہ ان کی عظمت وشوکت ان کے کام آئے گی، اور وہ نہایت ہی افسوس کے ساتھ کہیں گے:

يٰلَيْتَنِىْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۚ ﴿۲۵﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۚ ﴿۲۶﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۚ ﴿۲۷﴾ مَاۤ اَغْنٰى عَنِّىْ مَالِيَهْ ۚ ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّىْ سُلْطٰنِيَهْ ۚ ﴿۲۹﴾ [سورۂ حاقہ:25-29]

کاش کہ مجھے میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا، اور مجھے علم ہی نہ ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے، کاش کہ موت میرا قصہ تمام کردیتی، میرا مال میرے کام نہ آیا، میری حجت وسلطنت جاتی رہی۔

ایسے دردناک انجام سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے، وہ یہ کہ انسان اللہ کی توحید کا اقرار کرے، اس کی اطاعت کرے، اور اس کے حضور متواضع بن کر رہے، ساتھ ہی غرور وتکبر، فخر ومباہات، خود بینی اور خود پسندی سے اجتناب کرتا رہے کہ اللہ کو تواضع پسند ہے، تکبر پسند نہیں۔

اخیر میں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ انا تعبیر ذات کے کے لیے وضع کیا گیا ایک کلمہ ہے، اسی لیے 'انا' یا 'میں' کہنے میں کوئی حرج نہیں، حرج اس وقت ہے جب اس 'انا' یا 'میں' میں تکبر کی آمیزش ہو، انا میں خود پسندی اور دوسروں کی تحقیر کا عنصر شامل ہو، ورنہ انا اور دوسرے کلمات میں کوئی فرق نہیں ہے، حضرات انبیائے کرام نے اپنی قوموں کو حق کی دعوت دینے، اور ان کے سامنے اپنا تعارف کرانے کے لیے جو کلمات استعمال کیے ان میں تقریباً ہر جگہ انا نظر آتا ہے، لیکن یہ انا محض تعبیر ذات کے لیے ہوا کرتا تھا، اسی لیے محمود ومستحسن تھا، بندوں کو چاہیے کہ ہمیشہ انا کو انانیت سے پاک کر کے استعمال کریں، اسی میں عافیت اور بھلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو غرور وتکبر سے بچائے اور تواضع کی دولت سے مالا مال فرمائے، آمین یارب العالمین۔

***

تفہیمِ حدیث

چوتھی قسط

علم غیب مصطفیٰ ﷺ

مفتی محمود علی مشاہدی

(5) زید بن لصیت کا قبول اسلام:

رسول اللہ ﷺ کے وسعت علم پر اعتراض کرنا منافقین کا شیوہ ہے، کوئی اہل ایمان اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا ہے۔

غزوۂ مریسیع سے واپسی کے وقت جب لشکر اسلام مدینہ طیبہ کے نزدیک پہنچا تو شدید آندھی آئی یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس کے تیز جھونکے سواروں کو بھی زمین میں دفن کر دیں گے، حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک منافق مر گیا ہے اس لیے یہ سخت آندھی آئی ہے۔

(الصحيح لمسلم، كتاب صفات المنافقين وأحكامهم، رقم الحديث : 7041)

اس آندھی میں حضور اکرم ﷺ کی ایک اونٹنی گم ہو گئی، تلاش بسیار کے باوجود کہیں نہ ملی۔ زید بن لُصَیت نامی ایک منافق انصار کی مجلس میں بیٹھا تھا، اس نے کہا: یہ لوگ کس چیز کی تلاش میں اِدھر اُدھر بھاگ رہے ہیں؟ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اسے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی گم ہو گئی ہے، اسی کو تلاش کر رہے ہیں، وہ کہنے لگا: وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انھیں غیب کا علم ہے اور ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی آتی ہے۔

أَفَلَا يُحَدِّثُهُ اللهُ بِمَكَانِ رَاحِلَتِهِ ؟

کیا اللہ تعالیٰ اس جگہ سے آپ ان کو خبر دار نہیں کرتا جس جگہ ان کی اونٹنی ہے۔

اس کا یہ جواب سن کر انصار نے کہا: اے خدا کے دشمن! اللہ ربّ العزت تمھیں ہلاک کرے، تم منافق ہو۔

حضرت اُسید رضی اللہ عنہ نے اسے جھڑکتے ہوئے ارشاد فرمایا: اگر مجھے حضور اکرم ﷺ کی ناراضگی کا خوف نہ ہوتا تو میں تیرے خصیوں سے نیزہ پار کر دیتا۔ اگر تمھارے دل میں ایسی باتیں ہیں تو پھر تم ہمارے ساتھ آئے ہی کیوں تھے، میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ،

اب ہم تمھارے ساتھ ایک درخت کے سایے میں بھی نہیں بیٹھ سکتے۔

اس نے کہا: میں تو ان کے ساتھ صرف دنیا حاصل کرنے کے ارادے سے آیا ہوں۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اسے قتل کرنا چاہا۔ یہ دم دبا کر وہاں سے فرار ہو گیا اور حضور رحمت عالم ﷺ کے پاس پناہ لینے کے لیے آ گیا، غیب داں رسول نے اس کو سناتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُنَافِقِينَ شَمِتَ أَنْ ضَلَّتْ نَاقَةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ : أَفَلَا يُحَدِّثُهُ اللهُ بِمَكَانِ رَاحِلَتِهِ ؟ وَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَدَّثَنِي بِمَكَانِهَا وَلَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللهُ وَإِنَّهَا فِي هَذَا الشِّعْبِ الْمُقَابِلِ لَهُمْ قَدْ تَعَلَّقَ زِمَامُهَا بِشَجَرَةٍ .

ایک منافق نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی گم ہو گئی ہے اور اس نے کہا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ ان کو اس کی جگہ سے آگاہ نہیں کرتا۔ سن لو! بے شک اللہ ربّ العزت نے مجھے اس کی جگہ سے باخبر کر دیا ہے، اور غیب کا ذاتی علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ وہ اونٹنی اس گھاٹی میں تمھارے سامنے ہے، اس کی نکیل اس درخت کے ساتھ پھنسی ہوئی ہے، سیدھے وہاں چلے جاؤ۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور سرور کائنات ﷺ کے ارشاد کے مطابق وہاں گئے اور اونٹنی کو وہاں سے پکڑ کر لے آئے۔

زید بن لُصَیت نے جب یہ سنا تو وہاں سے فوراً اٹھا اور انصار کی اس جماعت کے پاس آیا جن کے سامنے اس نے ہرزہ سرائی کی تھی، وہ سب اسی جگہ بیٹھے تھے، ان میں سے کوئی شخص کہیں نہیں گیا تھا، زید نے ان سے کہا: خدا کے واسطے مجھے صحیح بات بتاؤ، کیا تم میں سے کوئی

استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تھا اور اس نے سرور کائنات ﷺ کو ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو سے آگاہ کیا ہے؟

انصار نے کہا: یہاں سے کوئی نہیں گیا ہے، تم دیکھ رہے ہو کہ سب ابھی اسی جگہ بیٹھے ہوئے ہیں۔

زید نے کہا: فَإِنِّي وَجَدْتُ عِنْدَ الْقَوْمِ حَدِيثِي، وَاللهُ لَكَأَنِّي لَمْ أُسْلِمْ إِلَّا الْيَوْمَ وَإِنْ كُنْتُ فِي شَكٍّ مِنْ شَأْنِهِ فَأَشْهَدُ أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ.

رسول اللہ ﷺ کو ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کا علم ہے اس سے پہلے میں شک میں مبتلا تھا لیکن آج میں سچے دل سے ایمان لاتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً وہ اللہ کے رسول ہیں۔

زید حضور ﷺ کے اس وسعت علم کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔

انصار نے ان سے کہا: تم رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں جاؤ اور اپنے لیے مغفرت کی دعا کا عریضہ پیش کرو۔ زید رسول اللہ ﷺ کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنے گناہوں کا اعتراف کیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے بخشش کی دعا فرمائی۔ (السيرة الحلبية، ج: 2، ص: 290، دار إحياء التراث العربي، بيروت. دلائل النبوة لأبي نعيم الأصفهاني، ج: 2، ص: 515، دار النفائس، ضياء النبی، ج:3، ص:643، 644)

(6) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن تیم بن مرہ بن کعب ہے۔ مرہ بن کعب تک آپ کے سلسلۂ نسب میں کل چھ واسطے ہیں۔ مرہ بن کعب پر جا کر آپ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ حضور نبی اکرم ﷺ کے نسب سے جا ملتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوبکر ہے۔ (المعجم الكبير، نسبة أبي بكر الصديق واسمه)

والدین کریمین:

آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم کا نام عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر قرشی تیمی ہے۔ کنیت ابوقحافہ ہے۔ آپ فتح مکہ کے روز اسلام لائے اور سرورِ کائنات ﷺ کی بیعت کی۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد بھی زندہ رہے اور ان کے وارث ہوئے۔ آپ نے خلافت فاروقی میں وفات پائی۔

(تهذيب الأسماء واللغات، للإمام النووي، 1:296)

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام سلمیٰ بنت صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ ہے۔ کنیت "ام الخیر" ہے۔ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد کے چچا کی بیٹی ہیں۔ ابتدائے اسلام میں ہی رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرکے مشرف بہ اسلام ہو گئیں تھیں۔ مدینہ منورہ میں جمادی الآخرہ 13 ہجری میں وفات پائی۔

(الإصابة في تمييز الصحابة، 8:386)

فضیلت: حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھرانے کو ایک ایسا شرف حاصل ہے جو اس گھرانے کے علاوہ کسی اور مسلمان گھرانے کو حاصل نہیں ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خود بھی صحابی، ان کے والد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ بھی صحابی، آپ کے تینوں بیٹے (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ) بھی صحابی، آپ رضی اللہ عنہ کے پوتے بھی صحابی، آپ کی بیٹیاں (حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت سیدہ اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابی بکر) بھی صحابیات اور آپ کے نواسے بھی صحابی ہوئے۔

حضرت سیدنا موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم صرف چار ایسے افراد کو جانتے ہیں جو خود بھی مشرف بہ اسلام ہوئے اور شرف صحابیت پایا اور ان کے بیٹوں نے بھی اسلام قبول کرکے شرف صحابیت حاصل کیا۔ ان چاروں کے نام یہ ہیں:

* ابوقحافہ عثمان بن عامر رضی اللہ عنہ * ابوبکر عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ
* عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ * محمد بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ

(المعجم الكبير، نسبة أبي بكر الصديق واسمه، الرقم: 11)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ قدیم و جدید کثیر علمائے کرام نے تحریر کیا ہے، ماضی قریب کے مستند عالم دین، رئیس القلم علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ زیب قرطاس کیا ہے، وہ واقعہ ان ہی کے پرکشش اور سحر انگیز الفاظ میں ملاحظہ کریں، اس کے بعد ہم اس کی تخریج اور اس سے متعلق کچھ عربی عبارتیں پیش کریں گے۔

سرور کائنات ﷺ کی عمر شریف کا چالیسواں سال تھا۔ خاک دان گیتی میں رسالت محمدی کے اعلان کا وقت اب بہت قریب آ گیا تھا، کائنات کا ذرہ ذرہ فاران کی چوٹی سے نشر ہونے والے پیغام کے لیے گوش بر آواز تھا۔ (جاری) ***

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کرسکتے ہیں

آپ کے مسائل

مفتی اشرفیہ
محمد نظام الدین رضوی
کے قلم سے

مالِ وقف سے وائی فائی کنکشن کے اخراجات کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بچیوں کے تعلیم قرآن کا ایک مدرسہ نسواں، ہمارے شہر میں ایسی جگہ پر قائم ہوا ہے، جس میں موبائل نیٹ ورک بالکل بھی نہیں ہوتا ہے، جب کہ متعلقہ ذمہ دار خواتین بیرون شہر سے آن لائن انکوائری کرتیں ہیں اور ہر 3 ماہ کے بعد مفتشہ کے ذریعے ساری بچیوں کا آن لائن امتحان ہوتا ہے، مدرسہ میں نیٹورک نہ ہونے کی وجہ سے وائی فائی لگایا گیا، مگر کمپنی اپنی پالیسی کے مطابق ہمیں ڈاٹا فراہم کرتی ہے، سب سے سستا اور سب سے کم GB کا کنکشن لیں تو وہ بھی ہماری ضرورت سے بہت زیادہ ہے، اور وہ استعمال ہو یا نہ ہو بہرصورت ہمیں اس کی قیمت ادا کرنی ہوگی اور وہ اپنے وقت مقررہ پر بند بھی ہو جائے گا اور اگر وائی فائی نہیں لگاتے ہیں تو نظام تعلیم درہم برہم ہو رہا ہے۔

تو کیا اس صورت میں شرعًا اجازت ہے کہ ہم مدرسہ کے جملہ اخراجات کی خاطر لیے گئے چندے کی رقم سے وائی فائی کا کنکشن لے سکیں؟ اور چونکہ کچھ نہ کچھ ڈاٹا قیمت ادا کرنے کے باوجود بھی استعمال میں نہیں آئے گا، تو ہمیں اس صورت میں مال وقف کو برباد کرنے کا گناہ تو نہیں ہوگا؟

جواب ارشاد فرمائیں، اللہ پاک آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

الجواب: نئے مصرف کے لیے نیا چندہ چاہیے، پہلے کے چندے اور اوقاف کے روپے نئے مصرف میں خرچ کرنا جائز نہیں۔ واضح ہو کہ "وائی فائی" (Wi Fi) بالکل نیا مصرف ہے، جو پہلے کے کسی مصرف کے عموم میں شامل نہیں، اس لیے مدرسہ کے موجودہ مالی فنڈ سے وائی فائی کی اجرت دینا جائز نہیں۔

پھر یہ وائی فائی کس کام کے لیے لگے گا؟ وہ کام شرعًا ممنوع ہے یا مباح؟ اس پر بھی نظر ہونی چاہیے۔

اس میں تو کوئی کلام نہیں کہ بچیوں کی تعلیم ضروری ہے، مگر اس کے حصول کے لیے موبائل کا استعمال بہت بیجا امر ہے، میں نہیں سمجھتا کہ شریعت اس کے لیے موبائل جیسے مخرب اخلاق آلہ کے استعمال کی اجازت دے گی۔ کتابت نسواں کی تعلیم سے جس علت کی بنا پر علما نے ممانعت کی ہے اور حدیث میں اس سے تحذیر فرمائی گئی ہے وہ علت یہاں ہزاروں گنا زیادہ ہے جو اصحاب فہم و دانش پر مخفی نہیں، مثلاً برہنہ یا نیم عریاں لڑکیوں کی تصاویر، لڑکے اور لڑکیوں کے باہمی میل جول کے نظارے، فحش پروگرام، فحش افسانے وغیرہ جو شہوت خیز اور فتنہ انگیز ہوتے ہیں اور تنہائیوں میں کہیں بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

موبائل میں جلب مصلحت تو ہے مگر ساتھ ہی بہت کچھ بڑے بڑے مفاسد بھی ہیں اور دفع مفاسد جلب مصلحت سے اہم و راجح ہے فقہا فرماتے ہیں درء المفاسد اولیٰ من جلب المصالح۔ اس لیے یہاں کسی عالم کو ممانعت میں کلام نہیں ہونا چاہیے یہ فقیر تو ممانعت کا ہی رجحان رکھتا ہے۔ اس لیے موبائل کے ذریعہ نگرانی، تفتیش اور امتحان کے بجائے روبرو تفتیش و امتحان کا طریقہ اختیار کیا جائے، یہی درست ہے اور اسی میں سلامتی ہے اور یہی دارین کی فوز و فلاح کا ذریعہ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

المتمسك بسنتي عند فساد امتي له اجر شهيد.

(المعجم الاوسط للطبرانی، ج:5، ص:119، من اسمہ محمد، رقم الحدیث 5414، دار الکتب العلمیہ)

ترجمہ: جو میری سنت کو میری امت کے بگاڑ کے وقت مضبوطی سے تھامے رہے اس کے لیے ایک شہید کا اجر ہے۔

اور مشکاۃ المصابیح کے الفاظ ہیں: من تمسک بسنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد.

ترجمہ: جو میری سنت پر میری امت کے بگاڑ کے وقت مضبوطی کے ساتھ قائم رہے اس کے لیے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ (مشکاۃ المصابیح)

ثواب کی یہ کمی بیشی فساد و بگاڑ کی شدت و خفت اور کمی بیشی کے لحاظ سے ہے۔ فساد کم درجے کا ہوگا تو اس کے مقابل سنت پر تمسک کا ثواب کم ہوگا اور فساد سخت نوعیت کا ہوگا تو اس کے مقابل سنت پر تمسک کا ثواب زیادہ ہوگا۔ یہاں فساد اعتقاد کا نہیں بلکہ عمل بد کا ہے مگر عمل بھی ایسا پرکشش ہے کہ آہستہ آہستہ مرتکب کو احساس گناہ بھی نہ رہ جائے اور یہ بڑا فساد ہے کہ مرتکب گناہ کے دل سے احساس

گناہ بھی چلا جائے۔ اللہ موبائل کی ہلاکت خیزی اور فساد انگیزی سے ہماری قوم کو بچائے۔ واللہ تعالیٰ علم۔

حائضہ عورت اذان کا جواب کیوں نہیں دے سکتی؟

دریافت طلب امر یہ ہے کہ حائضہ عورت حیض کی حالت میں ذکر و اذکار کر سکتی ہے لیکن اذان کا جواب کیوں نہیں دے سکتی ہے؟ جیسا کہ بہار شریعت میں در مختار کے حوالہ سے موجود ہے کہ جنبی اذان کا جواب دے اور حیض و نفاس والی عورت پر جواب نہیں صفحہ نمبر 31 اور مسئلہ نمبر 55 باب الاذان حصہ سوم۔

الجواب: حیض اور نفاس والی عورت کے بدن سے نجاست نکلتی رہتی ہے، یا کم از کم ہر گھڑی نکلنے کا امکان رہتا ہے۔ اس لیے اس پر اذان کا جواب نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو شخص جماع میں مشغول ہو، یا پیشاب پاخانہ کے لیے بیٹھا ہو اس پر بھی اذان کا جواب نہیں۔ اور یہ بات جنبی میں نہیں ہے کیوں کہ اسے فارغ ہونے کے بعد صاف، ستھرا ہو جانے کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتب میں تصاویر پرنٹ کرنے کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فی زمانہ سیکولر ازم و لبرل ازم کی تعلیم دنیاوی اداروں میں بانگ دہل دی جا رہی ہے جس کے اثرات ہماری نسلوں کو بے راہ روی اور دین سے دوری کی طرف لے جا رہے ہیں اور اس میں بہت بڑا حصہ اسکولوں کے لیے نصاب تیار کرنے والے اداروں اور پبلشرز کا بھی ہے ایسی کسمپرسی کے عالم میں اہل سنت کا ایک پبلشر دنیاوی تعلیم پر مشتمل اسکولوں کی ایسی کتابیں چھاپنا چاہتا ہے جو کم از کم اسلامی تعلیمات کے خلاف نہ ہو لیکن یہ بات یقیناً آپ اہل علم کی نگاہ میں بھی ہو گی کہ فی زمانہ اسکولوں کی کتابیں جاندار کی تصاویر پر مشتمل ہوتی ہیں اگر جاندار کی تصاویر کا چہرہ چھپا کر ان کتب کو پرنٹ کیا جائے تو سنگل نیشنل سرکولم کی اپرول اتھارٹی ان کتب کی اپرول نہیں دے گی کیوں کہ خاص کر چھوٹے بچوں کی تدریس میں تصاویر کا بڑا عمل دخل ہے تو کیا جاندار کی وہ تصاویر جو بے پردہ عورت و دیگر بیہودہ امور پر مشتمل نہ ہو انھیں تعلیمی ضروریات کے لیے کتب میں پرنٹ کرنا پبلشرز کے لیے جائز ہو گیا ہے؟

الجواب: اسکولوں کی نافع کتابوں کی باتصویر اشاعت کی گنجائش بوجہ حاجت و ضرورت ہے البتہ ممکن حد تک احتراز مناسب ہے۔

میں نے عصری اسکولوں کے رائج نصاب کا مطالعہ نہیں کیا ہے لیکن اگر واقعہ یہ ہے کہ مضامین سے متاثر ہو کر بچے دین سے دور اور آزاد ہو جاتے ہیں اور بے راہ روی اختیار کر لیتے ہیں تو اس کا سدّباب ضروری ہے۔

ارشاد باری ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ (القرآن الحکیم، سورۃ التحریم:66، الآیۃ:6)

ترجمہ: ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

حدیث نبوی میں ہر فرد بشر کو یہ ذمے داری سونپی گئی ہے چناں چہ صحیح بخاری شریف میں ہے:

عبد الله بن عمر يقول: سمعت رسول الله ﷺ يقول: كلكم راع و كلكم مسئول عن رعيته. والرجل راع في اهله و هو مسئول عن رعيته. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک نگراں و ذمے دار ہے اور تم سب سے اس کے زیر نگرانی افراد اور ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ مرد اپنے بال بچوں کا نگہبان و ذمے دار ہے اور اس سے اس کے اہل و عیال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ (صحیح البخاری)

اس لیے بچوں کی بہتر تعلیم اور کردار سازی ضروری ہے جس کا احادیث نبوی میں حکم بھی ہے۔

حدثنا نصر بن علي الجهضمي حدثنا عامر بن أبي عامر الخزاز حدثنا أيوب بن موسى عن أبيه عن جده أن رسول الله ﷺ قال ما نحل والد ولدا من نحل أفضل من أدب حسن. (رواه الترمذي و احمد)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی والد نے اپنی اولاد کو ادب حسن سے افضل کوئی عطیہ نہیں دیا۔ یعنی والد کا اپنی اولاد کے لیے سب سے اچھا و افضل عطیہ اچھی تعلیم و ادب ہے۔

بچوں کے حسن ادب اور تعلیم مفید کے لیے اگر آج کے زمانے میں یہ ضروری ہو گیا ہے کہ مناسب تصویروں کی مدد لی جائے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے تو تفہیم کی آسانی اور یک گونہ ترغیب کی حد تک اجازت ہے، گو ناگوار بھی ہے۔ بچوں کو بے راہ روی اور بے دینی سے بچانے کی ضرورت کے پیش نظر گنجائش کی یہ راہ بادل ناخواستہ اپنائی جا سکتی ہے۔

الاشباہ میں ہے: من ابتلي ببليتين يختار اهونهما.

حضور اکرم سید عالم ﷺ نے مسجد میں ایک اعرابی کے پیشاب کے موقع سے صحابہ کرام سے فرمایا:

بعثتم ميسرين لا معسرين۔ (رواہ البخاری) واللہ اعلم ☆

فکرِ امروز

صلاحیت کا غلط استعمال

انس مسرور انصاری

قوموں کے عروج وزوال کی تاریخ بتاتی ہے کہ اس دنیا میں بے شمار قومیں پیدا ہوئیں۔ عروج وارتقا کی منزلوں سے ہم کنار ہوئیں، رفعت وسربلندی نے اُن کے قدم چومے، لیکن طاقت واقتدار کا نشہ طاری ہوا تو غرور ونخوت میں مبتلا ہوئیں، خود پرستی اور خدا فراموشی کو اپنا شعار بنالیا، خدا کی قائم کردہ حدوں سے اجتناب کیا۔ ہراُس برائی کو اختیار کیا، رواج دیا جو قوموں کے زوال کا سبب ہوتی ہیں۔ آرام طلبی وعیش کوشی اور غفلت وبے خبری میں ایسے کھوگئیں کہ انھیں اپنی ذات اور اپنی طاقت کے سِوا کچھ بھی نظر نہ آتا تھا۔ اُن کے علماء اور دانشور بھول گئے کہ انسان کا مقصودِ حیات کیا ہے۔ انھوں نے اپنے فرائضِ منصبی سے غفلت کا گناہ کیا۔ دربارگیری ،حاشیہ برداری اور جاہ طلبی اُن کی زندگی کا مقصد ومشن بن گئے۔ وہ بھول گئے کہ خدا نے انھیں دینی ودنیاوی منفعت بخش علوم سے سرفراز کیا ہے۔ دینی و دنیاوی سعادتیں عطافرمائیں تو قوم کی صحیح رہنمائی کا ذمّہ دار بھی ٹھہرایا۔ مگر وہ اپنی رہنمایانہ حیثیت کو فراموش کربیٹھے۔ طرح طرح کی لغویات اور خرافات کے اسیر ہوگئے۔ اس کے بعد بھی خدا نے اُنھیں سنبھلنے اور پھر سے راہِ راست پر چلنے کے مواقع باربار عطا کیے۔ لیکن جب اُن کی نادانیاں اور نافرمانیاں قدرت کے آئین سے متصادم ومتجاوز ہونے لگیں، ٹکرانے لگیں تو زوال کو اُن کا مقدر کر دیا گیا۔ پھر وہ تباہ وبرباد ہوگئیں۔ اُن کا نام ونشان تک مٹ گیا۔ بعض قوموں کو تاریخ کے صفحات میں بھی پناہ نہ مل سکی اور نیست ونابود ہوگئیں۔

مصر کی فاطمی خلافت، بغداد کی خلافتِ عباسیہ اور خلفاے اسپین کے جاہ وجلال اور سربلندی وسرفرازی کی مثال نہ تھی۔ اُن کے خلفا یورپ کے بڑے حصے پر قابض ہوگئے تھے۔ دنیا کے نصف سے زیادہ حصوں پر اُن کا تسلّط تھا۔ وہ دینی ودنیاوی سعادتوں کے امام تھے۔ یورپ کے کسی حکمراں کو اُن سے آنکھیں چار کرنے کی مجال نہ تھی۔ اُن میں ہمت تھی، بہادری اور شجاعت تھی، اُن کے بازو توانا تھے، نہ وہ خود چین سے بیٹھتے اور نہ اپنے عسکریوں کو آرام کا موقع دیتے، وہ خود بھی متحرک رہتے اور اپنی عسکری طاقت کو بھی متحرک رکھتے۔ خشکی پر بھی وہ مقتدر تھے اور سمندروں پر بھی حکمراں۔ عدل وانصاف، امن ومساوات، خداترسی، اتحادواتفاق اور اسلامی تہذیب وتمدّن کے وہ نگراں و محافظ تھے۔ انھوں نے علوم وفنون کو بہت فروغ دیا۔ زندگی کے ہر شعبہ میں کارہاے نمایاں کیے۔ پھر اُن کے بعد اُن کے جانشین آئے اور محل سراؤں میں اسیر ہوکر عیش پرستی میں مبتلا ہوگئے۔ اُن کے بازو کمزور ہوگئے۔ اُن کی طاقت گھٹتی گئی۔ وہ مخلوقِ خدا سے غافل ہو کر شراب وشباب کے ہوش رباطلسم میں کھوگئے۔ یہ اُن کا آخری گناہ تھا۔ پھر اُنھیں قدرت نے معاف نہیں کیا۔ صلاح الدین ایوبی نے اُس نام نہاد خلافت کو ختم کردیا اور ایک نئی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ ملّتِ اسلامیہ کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو کنارامل گیا۔ قوموں کے زوال کے اسباب مختلف ہیں لیکن عیش پرستی اور مخلوقِ خدا سے بے نیازی مشترک ہے۔ بلاشبہ عہدِ عباسیہ میں علوم وفنون کو بڑی ترقی ملی۔ بہت بڑے بڑے فلاسفر اور سائنس داں پیدا ہوئے جن کے کارنامے تاریخ میں محفوظ ہیں۔ خلیفہ مامون رشید کے زمانے میں علمِ کلام کو عروج حاصل ہوا، اور خلقِ قرآن کا فتنہ کھڑا ہوا۔ بہت سے حق پسند وحق پرست علما وصالحین شہید کردیے گئے۔ مامون رشید نے انھیں حق بیانی کے جرم میں سزائیں دیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ہم نواؤں کو قید وبند کی صعوبتیں جھیلنی پڑیں، یہاں تک کہ وہ جاں بحق ہوگئے۔ مامون رشید کے بعد بھی یہ فتنہ پُرجوش طریقے سے جاری رہا۔ یہ خلفا قرآن کو مخلوق مانتے تھے۔ اُن کے حامی مصلحت پسند علما کی تعداد کثیر تھی۔ پھر ایسے اسباب وعوامل پیدا ہوئے کہ یہ فتنہ اپنی موت آپ مرگیا۔ جس علم الکلام کی بنیاد پر یہ فتنہ کھڑا ہوتھا، وہ علم مسلمانوں کو بہت مرغوب ومحبوب تھا۔ خلافتِ عباسیہ کے آخری عہد میں علم کلام نے ایک نئی کروٹ بدلی۔ اُس کی بنیاد پر مناظروں کی گرم بازاری شروع ہوئی۔ مسجدوں میں مناظرے۔ شاہراہوں اور بازاروں میں مناظرے، مسلکی مناظرے، نسلی مناظرے، ارضی وسماوی مناظرے، قسم قسم کے مناظرے ومباحثے، طرح طرح کے موضوعات پر ان مناظروں نے دیگر علوم کی اہمیت کو کم کردیا۔ پوری قوم مناظرہ بازی کے مرض میں مبتلا ہوگئی۔ لیکن علم الکلام ہو یا کوئی دوسرا علم، اپنے آپ میں

سکراول، ٹانڈہ، امبیڈکر نگر۔

اچھایابرانہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی کم ظرف آدمی کو علم حاصل ہوجائے تووہ اُس کو اپنے مزاج و مذاق کے مطابق استعمال کرتا ہے۔ اگر مزاج صالح نہ ہوتو عالم کا علم بھی شیطانی خرافات کا سرچشمہ ہو جاتا ہے۔ شہرت اور معیشت کی طلب علمی سچائی کو کھاجاتی ہے۔ علم کا غلط استعمال بہت برے نتائج سامنے لاتا ہے۔ چناں چہ اُس دور کے شہرت طلب علمائے سُوٗ نے اپنے اصل کام دعوت و تبلیغ اور فروغِ دین وملّت کو پسِ پشت ڈال دیا۔ اپنی عسکری طاقت سے غافل آخری دَور کے خلفا اپنی حرم سراؤں میں شراب وکباب کی لذتوں اور حسن وجمال کی رعنائیوں میں ایسا گرفتار ہوئے کہ پھر رہائی نصیب نہ ہوسکی۔ اپنے تحفظ اور بقاء کے جس تابوت میں یہ کیلیں ٹھونکتے آئے تھے، چنگیز خاں نے اُس میں آخری کیل ٹھونک دی اور خلافتِ عباسیہ کا نام ونشان مٹ گیا۔ مسلمان چُن چُن کر قتل کیے گئے۔ معصوم بچوں کو نیزوں پر اُچھالا گیا۔ چنگیز خاں خدا کا قہر بن کر نازل ہوا۔ زمین اپنی تمام تر فراخیوں کے باوجود مسلمانوں پر تنگ ہوگئی۔

خلافتِ اسپین کے زوال کے اسباب بھی مذکورہ دونوں خلافتوں سے مختلف نہ تھے۔ قریب آٹھ سوسالہ اس خلافت کو نااہل اور نالائق بادشاہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے کفن پہنادیا۔ مسلمانوں کا قتلِ عام ہوا۔ وہ ذلّت کے ساتھ اسپین سے نکال دیے گئے۔ عیسائیوں نے اُن کے عبادت خانوں کو گرجا گھروں میں تبدیل کرلیا اور باقی مساجد کو گھوڑوں کا اصطبل بنادیا۔ یہ اُس قوم کا انجام ہے جس کے بزرگوں کی بخشی ہوئی علم کی روشنی سے سارا یورپ جگمگا رہا ہے۔

ہندوستان میں مغل سلطنت کا عروج تاریخ کا ایک زرّیں باب ہے۔ اورنگ زیب عالمگیر تک اس سلطنت کی حدود میں اضافہ ہوتا رہا۔ کوئی طاقت مغلوں کا سامنا کرنے کی جرأت نہیں رکھتی تھی۔ اورنگ زیب نے پچاس سال تک نہایت شان وشوکت کے ساتھ حکومت کی۔ اس کے بعد حکمراں طبقہ آپسی اختلافات کا شکار ہوگیا۔ کشمیر سے کنیا کماری اور رنگون سے کابل تک پھیلی ہوئی اس عظیم الشان سلطنت کے زوال کے اسباب بھی کچھ مختلف نہیں ہیں۔ اورنگ زیب کے بعد کئی بادشاہوں نے تخت وتاج کو سنبھالا مگر اُن کا بوجھ اُٹھانے کی طاقت کسی میں بھی نہ تھی۔ ہمیشہ کی طرح عیش پرستی، بزدلی، خوابِ غفلت اور علمی انحطاط کی وجہ سے عظیم مغل سلطنت سمٹتے سمٹتے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے عہد میں صرف دہلی تک محدود ہوگئی۔ بس لمبے لمبے القاب باقی رہ گئے۔ جب کلکتہ سے انگریزی فوج دہلی کی طرف بڑھ رہی تھی اور منزلوں پر منزلیں سر کرتی ہوئی دہلی کی طرف چلی آرہی تھی اُس وقت بوڑھا اور کمزور بادشاہ اپنی عسکری طاقت کا جائزہ اور اسلحوں کی درستی اور فراہمی کے بجائے شطرنج کھیلنے اور غزلیں کہنے میں مصروف تھا۔ اُس کے حاشیہ نشین شعرا و مصاحبین اُس کی شان میں قصیدے کہہ کہہ کر اُسے گمراہ کررہے تھے۔ اُس مجبور اور بے بس دعاگو بادشاہ کو ظلِّ الٰہی اور سلطانِ عالم کے القاب سے پکارتے تھے۔ دشمن منزل بہ منزل بڑھتا چلا آرہا تھا اور بادشاہ ہاتھیوں کی لڑائی دیکھنے اور قسم قسم کے جانور پالنے اوران سے دل بہلانے میں مست تھا۔ بچی کھچی فوج کو تنخواہیں نہیں مل پاتی تھیں۔ اسلحے زنگ آلود ہوگئے تھے۔ بادشاہ شاعرانہ و متصوفانہ تخیّلات کی دنیا میں فرار ہوگیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس کی حالت اُس شترمرغ جیسی ہوگئی تھی جو خطرہ محسوس کرتے ہی ریت میں گڑھا کھود کر اپنے سر کو چھپالیتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ دشمن کی نگاہوں سے محفوظ ہے۔

مغلیہ سلطنت کے زوال پذیر عہد کی دہلی میں عوام اور خواص کی خصوصی تفریحات کے دو بڑے ذرائع تھے۔ ایک تو مشاعرے اور دوسرے طوائفوں کے مجرے۔ خاقانیِ ہند ذوق دہلوی اپنی بلاغت۔ مرزا غالبؔ اپنی فکری اور فلسفیانہ بصیرت۔ مومنؔ اپنی معاملہ بندی ورومان پسندی اور داغؔ اپنی سادگی وفصاحت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ مشاعروں کی محفلیں بڑے پیمانے پر برپا ہوتیں۔ طوائفوں سے مجرے سننا، ان کے بالاخانوں پر جانا، رسم وراہ رکھنا تہذیب و شرافت میں داخل تھے۔ اپنے بچوں کی تہذیبی تربیت کے لیے طوائفوں کی خدمات حاصل کرنا اس زمانے کے شرفا کی خاص امتیازی شان تھی۔ اُس زمانہ میں ”اودھ اور شاہانِ اودھ“ کا بھی یہی عالم تھا۔ نزاکت ایسی کہ سامنے کھیرا یا ککڑی کاٹ دو تو زکام ہوجائے۔ اپنے اقتدار کے لیے قوم کا سودا کرنے والے ان عیش پرستوں نے قوم کو بیچ دیا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی شہروں پر شہر اور قصبوں پر قصبے فتح کرتی ہوئی تیزی سے دہلی کی جانب بڑھ رہی تھی مگر دہلی والے طوائفوں سے مجرے سننے اور مشاعروں میں شعرا کو داد وتحسین سے نوازنے میں مصروف تھے۔ مشہور ہے کہ مرزا داغؔ نے دہلی میں شاعری کا وہ جادو جگا رکھا تھا کہ سامعین اُن کی غزلیں سن کر مسحور ہوجاتے۔ کہتے ہیں کہ جب داغؔ مشاعروں میں اپنا کلام سناتے تو داد وتحسین کے شور سے مشاعرہ گاہ کی چھتیں اُڑ جاتیں۔ ذوق وغالبؔ، مومنؔ وداغؔ کے علاوہ اردو اور فارسی کے بہت سے اہلِ کمال وفن جو ذہانت وذکاوت اور لیاقت وصلاحیت کے اعتبار سے اعلاترین معیار پر تھے، زندگی بھر شعر کہتے اور داد وتحسین وصول کرتے رہے۔ اسی پر وہ خوش تھے، قانع و مطمئن تھے۔ جن کے شعروں پر مشاعرہ گاہ کی چھتیں اُڑ جایا کرتی تھیں

اور جو بہترین دماغ اور اعلا صلاحیتوں کے مالک تھے۔ اپنی قوم کے لیے کوئی ایسا علمی و تعمیری کارنامہ نہ کرسکے جس پر آج ان کی قوم فخر کرسکتی۔ سود و سو غزلوں کے بجائے انسانیت کی ترقی اور تحفظ کے لیے صرف ایک تھیوری اور سائنٹفک نظریہ دے جاتے تو آج پوری انسانیت ممنونِ احسان ہوتی۔ حد تو یہ ہے کہ جو لوگ اپنی شاعری کے ذریعے قوم کو افیون دے کر سُلا رہے تھے، جب 1857ء میں قوم پر سامراجی مظالم کی جابرانہ افتاد پڑی تو یہی لوگ قوم کو غنودگی کی حالت میں چھوڑ کر حصولِ عیش و معاش کے لیے دوسری ریاستوں کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ قدرت نے انھیں اعلیٰ دماغ اور بہترین صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ زمانہ شناسی کی لیاقت عطا کی تھی۔ یہ لوگ چاہتے تو قوم کے لیے بہت کچھ کرسکتے تھے مگر انھوں نے کچھ نہ کیا۔ زندگی بھر اپنی خداداد صلاحیتیں غیر ضروری سمتوں میں صرف کرتے رہے۔ وہ ایسے محاذ پر اپنی ذہانت کا مظاہرہ کرتے رہے جہاں اُن کی زوال پزیر قوم کو کوئی بھی فائدہ پہنچنے والا نہ تھا۔

اسی طرح منصور حلّاج کی زندہ کھال کھینچی گئی۔ کیوں کہ انھوں نے اپنے اندر خدا کو پایا تھا۔ باب کو 1850ء میں ایران میں اس لیے گولی ماردی گئی کہ وہ اپنے آپ کو امام موعود سمجھتے تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے انکشاف کیا کہ مسیح و کرشن کی روح اُن کے اندر حلول کرگئی ہے۔ مگر یہ لوگ جو مابعد الطبیعاتی دنیا میں اتنی بلند پروازی دکھا رہے تھے، اُن میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں پیدا ہوا جو انسانیت کو سائنٹفک علوم میں کوئی نیا طریقہ یا نئی دریافت دے جاتا۔

ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد برصغیر میں مسلم قوم کے زوال کی رفتار بڑھتی ہی گئی۔ ایسا لگتا ہے کہ اس قوم کے زوال کی کوئی حد ہی نہیں کہ جس پر نشاۃ ثانیہ کی بنیاد قائم ہو۔ یہ قوم ابھی زوال پزیر ہے اور زوال یافتگی کے آثار تک نظر نہیں آرہے ہیں۔ اس قوم نے ایسے علما اور دانشور نہیں پیدا کیے جو اس کا رخ اس کے اصلی مرکز و محور اور مرجع کی طرف موڑ دیتے۔ اس کا مقدر بدل دیتے۔ قوم فرقوں، طبقوں اور برادریوں میں بٹ گئی۔ منتشر ہوگئی۔ اس کی ساری قوت بکھر گئی۔ زندگی کے ہر محاذ پر ناکام و نامراد ہوگئی۔ قانونِ قدرت ہے کہ اس کائنات میں جو چیز اپنی نفع بخشی کھودے، اسے پرے کر دیا جائے، ہٹا دیا جائے۔ مٹا دیا جائے۔ اس کائنات کو غیر ضروری اور غیر منفعت بخش چیزوں کی ضرورت نہیں۔ دوسروں کے لیے نفع بخشی ہمیشہ ایثار و قربانی، بھلائی و خیر خواہی، بھائی چارگی اور احساسِ ذمّہ داری کی بنیاد پر ممکن ہے لیکن اس قوم نے اس جذبہ و احساس کو بھی کھو دیا اور بھول گئی کہ وہ جن کی محبت کا دم بھرتی ہے۔ جن کا دامن نہ چھوڑنے کی بار بار قسمیں کھاتی ہے، اللہ کے اسی رسول ﷺ نے بار بار فرمایا ہے کہ مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، اس کے لیے وہی کچھ پسند کرے جو وہ خود اپنے لیے پسند کرتا ہے۔" اس قوم نے اجتماعیت اور وحدت کے اس بنیادی سبق کو فراموش کردیا۔ یہ بھی بھول گئی کہ خدا کا وعدہ ہے کہ وہ نافرمان قوموں کو مٹا دیتا ہے اور ایسی قوم کو اسلام کی توفیق عطا فرماتا ہے جو اس سے بہتر ہوتی ہے۔ اپنی انفرادیت کو کھو کر مسلم قوم نے غیر قوموں کے شعار کو اپنا لیا۔ ان کی مماثلت و متابعت اختیار کی۔ عیسائیوں نے اپنی عبادت کے لیے ہفتہ میں ایک دن اتوار کو مقرر کر رکھا ہے تو عام مسلمانانِ برصغیر نے خدا کی عبادت کے لیے ہفتہ میں ایک دن "جمعہ" کو مخصوص کرلیا ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت اسی ایک دن خدا کی عبادت کرتی ہے۔ اس قوم نے یہودیوں سے "سود خوری"، عیسائیوں سے "لباس" اور اہلِ ہنود سے ذات اور شخصیت پرستی کے علاوہ ان کی سماجی برائیوں کو بھی رضا و رغبت کے ساتھ قبول کرلیا ہے۔ اب اس قوم کے پاس اس کا اپنا کیا بچا؟ یہ سوال خود ہی اپنا جواب ہے۔

زندگی کی ہر سطح پر قوم کے علما اور دانشور اس کے نگراں و محافظ ہوتے ہیں۔ ان کی حیثیت رہنمایانہ ہوتی ہے۔ وہی قوم کو صحیح راستوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ صحیح خطوط پر چلاتے ہیں۔ یہ ان کی ذمّہ داری ہے۔ لیکن کیا خیرِ اُمّت کی صورت میں یہ ذمّہ داری پوری کی جاری ہے؟ یہ ایک بڑا اور اہم سوال ہے۔

موجودہ صورتِ حال یہ ہے کہ فرقوں، طبقوں، برادریوں اور مزید گروہوں میں بٹی ہوئی منتشر قوم نے اپنے تہذیبی و تمدّنی اور معاشرتی نظام کے تار و پود بکھیر لیے ہیں۔ اپنی ساری اچھائیاں دوسری قوموں کو بخش کر اُن کی ساری برائیاں، خرافات اور مذموم رسوم و رواج کو اپنے معاشرہ میں رائج کرلیا۔ نصرانیوں، یہودیوں اور ہندوؤں کے بہت سے طریقے اپنا لیے۔ اس قوم کا اپنا کیا بچا؟

قرآن بھی خدا بھی رسول کریم بھی
کُل کائنات اس کی ہے لیکن فقیر ہے

اس کی ایک مثال "مطالبۂ جہیز" جیسی بدعملی ہے۔ اسلام سے جس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ خالص ہندوی رسم ہے جو سناتن دھرم سے جڑی ہوئی ہے اور جو کسی بھی معاشرہ کے لیے کینسر جیسی مہلک بیماری ہے، مسلمانوں نے بڑے فخر کے ساتھ اپنے معاشرتی نظام کا لازمی حصّہ بنالیا اور اُن کے

علماء ودانشور خاموش ہیں۔ دیمک کی طرح چاٹ جانے والی جہیز کی رسم نے مسلم سماج کو ناخواندہ وپسماندہ بنادیا۔ جہیز کی اسی لعنت کی وجہ سے آج مسلم بچیاں غیر مسلموں کو اپنی زندگی کا ہم سفر بنانے پر مجبور ہیں۔ ان کے باپوں کے پاس ”جہیز“ کی استطاعت نہیں ہوتی۔ زندگی میں ہم سفر کی ضرورت بھی ناگزیر ہے۔ یا پوری زندگی تنہائیوں کی نذر ہوجاتی ہے اور سارے سہانے خواب مرجاتے ہیں۔ اسی کے سبب بچے تعلیم سے محروم ہیں۔ بچیوں کو خدا کی رحمت کہا گیا ہے۔ لیکن جب یہ رحمت نازل ہوتی ہے تو لوگوں کے چہرے فق ہوجاتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ انھیں بچیوں سے پیار نہیں۔ کبھی کبھی تو بچوں سے زیادہ اپنی بچیوں کو پیار کرتے ہیں۔ مگر کیا کریں کہ جہیز کا بوجھ ان کی کمروں کو دوہرا کردیتا ہے۔ اسی بوجھ کو ہلکا کرنے کے لیے وہ بچوں کو تعلیم کے بجائے کام پر لگا لیتے ہیں تاکہ اپنی بچیوں کے لیے جہیز کی رقم جمع کرسکیں۔ زمانہ جاہلیت میں وحشی عرب اپنی بچیوں کو زندہ گاڑ دیا کرتے تھے۔ مگر ہمارے زمانے میں انھیں پیدا ہی نہیں ہونے دیا جاتا اور ماں کے شکم ہی میں دفن کردیا جاتا ہے۔ جہیز کی اس رسم اور دیگر خرافات نے پورے مسلم معاشرہ کی دھجیاں بکھیر رکھی ہیں۔ سارا کرپشن اسی سے پھیلا ہوا ہے۔ جہیز کا بوجھ نہ ہو تو ہر باپ چاہے گا کہ اس کے بچے تعلیم حاصل کریں۔ آگے بڑھیں، ترقی کریں۔

بھارت کی ”سچر کمیٹی“ کی رپورٹ کہتی ہے کہ اس ملک میں مسلمانوں کی حالت دلتوں سے بدتر ہے۔ وہ خط افلاس سے نیچے ہیں۔ مگر ان کے مصلحین کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ مسلم پرسنل لاء بورڈ بڑے بڑے فتوے جاری کرتا ہے لیکن مسلم معاشرہ کو تباہ وبرباد کرنے والی رسوم خاص طور پر ”جہیز جیسی لعنت اور بارات جیسی لغویات پر کوئی فتویٰ جاری نہیں کرتا۔ تباہیوں اور بربادیوں کا ایک سیلاب ہے جس میں یہ قوم بہی چلی جارہی ہے۔ جو لوگ اس بہاؤ کو روک لینے کی صلاحیت رکھتے ہیں، وہ بھی اسی میں بہے چلے جارہے ہیں۔ غیر ضروری محاذوں پر سرگرم ہیں۔ اقبالؔ نے کہا تھا۔ ”تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر۔“ لیکن اس قوم کا حال یہ ہے کہ اس کے زوال اور پستیوں کا سلسلہ ہی ختم ہونے میں نہیں آرہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے لیے نمونے کا ایک مثالی معاشرہ قائم کیا تھا اور اُسے عملی طور پر پیش فرماکر مسلمانوں کو تاکید فرمائی تھی کہ اسے قائم رکھیں اور اسلام کی سادگی کو کبھی فراموش نہ کریں۔ وہ معاشرہ کامیابیوں اور کامرانیوں کا ضامن تھا۔ اس نے بڑے بڑے ریفارمر اور ہیروز پیدا کیے جو پوری دنیا پر اثرانداز ہوئے۔ جس میں جہیز جیسی خرافات کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ نہ بارات اور نہ گاجے باجے کا کوئی تصور تھا۔ ہاں، ”ولیمہ“ کی تاکید فرمائی گئی۔ خود نبی کریم ﷺ نے اپنی چہیتی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تو وہاں موجودہ خرافات کا کوئی تصور نہیں تھا، آپ ﷺ اُن کے کفیل اور سرپرست تھے۔ نکاح کے سارے اخراجات حضرت علی نے ادا کیے تھے۔ بارات کا کوئی تصور موجود نہ تھا۔ بعد کے زمانے میں جب دولت کی ریل پیل شروع ہوئی تو مسلمانوں نے اُس فلاحی معاشرہ کو مسترد کردیا اور وہی کچھ کیا جو یہودیوں نے اپنے پیغمبروں کے ساتھ کیا تھا کہ نبی ورسول کو تو مانیں گے لیکن اُن کے فرمودات پر عمل نہیں کریں گے۔ اس نافرمانی پر اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر لعنت بھیجی۔ یہودیت اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ اپنے نبی ورسول کی تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملائے جائیں اور خدا کا شریک تک ٹھہرا دیا جائے مگر اُن کی ہدایات پر عمل نہ کیا جائے۔ کیا مسلمان لعنت زدہ یہودی قوم کی راہ پر چل نکلے ہیں؟ نافرمانی، خودغرضی، بے ایمانی، لالچ، ہوس، ریاکاری، شراب نوشی، قمار بازی، عشرت پسندی، سود خوری، ناانصافی، وعدہ خلافی، عدم مساوات وصلہ رحمی، دھوکا، مکر، فریب، تن آسانی، قتل وخون اور غارت گری۔! وہ کون سی برائی ہے جس کی لعنت میں مسلم قوم گرفتار نہیں۔ پھر بھی محبتِ رسول کا دعویٰ ہے اور اس کے لیے جھوٹی قسمیں کھائی جارہی ہیں۔ نتیجہ یہ کہ اللہ ورسول کے تمام تر واسطوں کے باوجود جب دعائیں نامقبول ہوجاتی ہیں تو قوم شکایت پر آمادہ ہے کہ ”برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر“۔ اپنی ذات کے خول میں بند ذاتی مفاد پرستی میں مبتلا اس قوم کو نہ جانے کب اپنے محاسبے کی توفیق عطا ہوگی۔ ہوگی بھی یا نہیں۔ کیا پتا۔

رحمتِ عالم ﷺ کی غلامی کا دم بھرنے والی قوم اپنی ناجائز خواہشات کی غلام بن گئی۔ زندگی کا ہر پہلو تاریک ہوچلا ہے۔ کاش! اس تاریکی سے نور کی کوئی کرن اُبھرے اور عالمِ امکاں کو روشن کردے، جس کی بنیاد پر مسلم قوم کی نشاۃ ثانیہ قائم ہو۔

یاد رکھیے! قوم کے علما ودانشور قوم کی کشتی کے ناخدا ہیں۔ یہ چاہیں تو قوم کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو بچالیں اور یہ آنکھیں بند کرلیں تو کشتی تو ڈوب ہی رہی ہے۔ آج قوم میں ہر سطح پر قیادت کا فقدان ہے۔ صوفیہ اپنی خانقاہوں میں مصروف ہیں اور علما ودانشور اپنی اپنی درس گاہوں میں اپنے اپنے فکری دائروں میں محصور۔ قوم لاسمتیت کا شکار حیران وپریشان ہے۔ بے آبرو، بے راہ۔ کوئی رستہ ہے نہ رہبر نہ کوئی منزل ہے۔ ”سچ کہدوں اے برہمن گر تو بُرا نہ مانے“۔ ❋❋

شعاعیں

سیرت اور کردار سازی میں صحبت کا اثر

غلام مصطفیٰ رضوی

انسان بہت سوچتا ہے کہ مجھے سکون اور امن کی زندگی میسر آئے، میں معاشرے اور سوسائٹی میں باعزت زندگی بسر کروں، مگر اپنی غفلتوں اور کوتاہیوں کے ہوتے ہوئے اسے یہ دولتیں میسر نہیں آتیں، سیرت اور کردار کی بلندی میں جہاں دوسری چیزیں اہم رول ادا کرتی ہیں، وہیں صحبت اور ماحول کا بھی بہت بڑا حصہ ہوتا ہے، انسان کردار وعمل، رفتار وگفتار کی درستگی اور پاکیزگی سے ہی عزت وعظمت حاصل کرتا ہے، معزز افراد میں اسے اہم مقام دیا جاتا ہے۔

جو قرآن وحدیث کی روشنی میں صحبت کا اثر مسلم ہے انسان اپنے ہم نشیں کی عادات واطوار اور عقائد سے ضرور متاثر ہوتا ہے متعدّی مرض کے مریض کے پاس بیٹھنے والا بھی اس مرض کا شکار ہوجاتا ہے۔ قرآن کریم میں واضح طور پر پاکیزہ لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام میں بھی متعدّد مقامات پر صحبت صالح اختیار کرنے اور صحبت طالح سے پرہیز کرنے کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ معلم کائنات ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”نیک ہم نشیں اور بد جلیس کی مثال یوں ہے جیسے ایک کے پاس مشک ہے اور دوسرا دھونکنی دھوک رہا ہے مشک والا یا تو مشک ویسے ہی تجھے دے گا یا تو اس سے مول لے گا اور کچھ نہ سہی خوشبو تو آئے گی اور وہ دوسرا یا تیرے کپڑے جلا دے گا یا تو اس سے بدبو پائے گا۔“ (صحیح بخاری، 82/1)

عارف باللہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 465ھ) اپنی کتاب ”کشف المحجوب“ میں آداب صحبت کے متعلق ایک حدیث پاک نقل فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:”اکثروا من الاخوان فان ربکم حی کریم لیستحی اذیعذب عبدہ بین اخوتہ یوم القیمۃ “ اپنے بھائی اور زیادہ بناؤ! اور ان کے حقوق میں حسن سلوک کر کے بھائی بناؤ کیوں کہ تمہارا رب حی وکریم ہے وہ حیا فرماتا ہے کہ روز قیامت باہمی آداب ومعاملات کی وجہ سے اپنے بندے پر اس کے بھائی کے درمیان عذاب فرمائے۔

لہٰذا یہی مناسب ہے کہ اپنے بھائی کے ساتھ تعلق لوجہ اللہ رکھا جائے نہ کہ نفسانی خواہش یا کسی غرض ومفاد کی خاطر، تاکہ وہ بندہ حفظ ادب کی وجہ سے ممنون ومتشکر ہو۔ (کشف المحجوب، اردو، ص:488)

حضرت مالک بن دینار نے اپنے داماد حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:”یامغیرہ کل اخ وصاحب لم تفد منہ فی دینک خیرا فانبذ عن صحبتہ حتی تسلم “اے مغیرہ! جس بھائی یا ساتھی کی رفاقت تمہیں دینی فائدہ نہ پہنچائے تم اس جہان میں اس کی صحبت سے بچو تاکہ تم محفوظ رہو“۔

اس نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ تمھاری صحبت یا تو اپنے سے بڑے اور اچھے کے ساتھ ہوگی یا اپنے سے کمتر کے ساتھ۔ اگر اپنے سے بڑے اور اچھے کی رفاقت اختیار کروگے تو اس سے تمھیں دینی دنیوی فائدہ پہنچے گا اور اگر اپنے سے کمتر کے ساتھ بیٹھوگے تو تم سے اس کو دین کا فائدہ پہنچے گا کیوں کہ اگر وہ تم سے کچھ حاصل کرے گا تو وہ دینی فائدہ پہنچانا ہوگا اور جو تم اپنے بڑے سے حاصل کروگے وہ بھی دینی فائدہ حاصل کرنا ہوگا“۔ (ایضاً ص:488)

رسول کونین ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:”المرء علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل “آدمی اپنے دوست کے دین اور اس کے طور وطریق پر ہوتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ وہ دیکھے کہ کس سے دوستی رکھتا ہے؟

اگر اس کی صحبت نیکوں کے ساتھ ہے اگرچہ وہ خود نیک نہ ہو، تو وہ صحبت نیک ہے اس لیے کہ نیک کی صحبت اسے نیک بنادے گی اور اگر اس کی صحبت بروں کے ساتھ ہے اگرچہ وہ نیک ہے تو یہ بُرا ہے کیوں کہ وہ اس کی برائیوں پر راضی ہے اور جو برائیوں پر راضی ہو اگرچہ وہ نیک ہو بہر حال بُرا ہے۔

ایک شخص دوران طواف خانۂ کعبہ میں دعا مانگ رہا تھا: ”اللّٰھم اصلح اخوانی فقیل لہ لم تدع لك فی ھذا المقام. “اے اللہ! میرے بھائیوں کی اصلاح فرما، لوگوں نے

پوچھا؟ اس مقام میں تم اپنے لیے دعا کیوں نہیں مانگتے، بھائیوں کے لیے کیوں دعا کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا: "ان لی اخوانا ارجع الیھم فان صلحوا صلحت معھم وان فسدوا فسدت معھم" میں چوں کہ انھی بھائیوں کی طرف واپس جاؤں گا اگر وہ درست ہوئے، تو میں بھی ان کے ساتھ درست رہوں گا اور اگر وہ خراب ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ خراب ہو جاؤں گا کیوں کہ قاعدہ ہے کہ اپنی درستگی مصلحین کی درستگی پر موقوف ہے، لہٰذا میں اپنے بھائیوں کے لیے دعا کرتا ہوں، تاکہ میرا مقصود اُن سے حاصل ہو جائے۔ (ایضًا، ص:489)

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل احادیث بھی ملاحظہ فرمائیں اور اچھی و بری صحبت اور ماحول کا فرق دیکھیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی:74ھ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رفاقت نہ کر، مگر مسلمان سے، اور تیرا کھانا نہ کھائے مگر پرہیزگار۔ (سنن ابوداود، 2/664، جامع الاحادیث، 2/87)

اچھی صحبت اور عمدہ ماحول سے دنیا و آخرت دونوں سنورتے ہیں، اور برے ماحول اور بری صحبت سے دنیوی اخروی دونوں طرح کی زندگی تباہ و برباد ہو جاتی ہے، چناں چہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص مدینہ میں انتقال کر گیا، تو اسے دفن کر دیا گیا پھر کسی شخص نے اسے خواب میں دیکھا گویا وہ اہل نار (دوزخ والوں) سے ہے تو اسے اس پر غم ہوا پھر سات یا آٹھ روز کے بعد دوبارہ اسے دیکھا۔ گویا وہ اہل جنت سے ہے (خواب دیکھنے والے نے) اس سے (یہ معاملہ) پوچھا تو (مرنے والے نے) کہا: کہ ہمارے پاس مرد صالح دفن کیا گیا پس اس نے اپنے پڑوس میں سے چالیس آدمیوں کی سفارش کی تو ان چالیس میں سے ایک میں بھی تھا۔ (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، ص:)

حضور صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی قدس سرہٗ العزیز نے بھی اس سلسلے میں اپنی کتاب "بہار شریعت" میں چند احادیث کریمہ نقل فرمائی ہیں قارئین کے استفادہ کے لیے ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

(1) حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اچھا ساتھی وہ ہے کہ جب تو خدا کو یاد کرے وہ تیری مدد کرے اور جب تو بھولے تو وہ یاد دلائے۔

(2) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ایسی چیز میں نہ پڑو جو تمھارے لیے مفید نہ ہو اور دشمن سے الگ رہو، اور دوست سے بچتے رہو مگر جب کہ وہ امین ہو کہ امین کے برابر کوئی نہیں اور امین وہی ہے جو اللہ سے ڈرے اور فاجر کے ساتھ نہ رہو کہ وہ تمھیں فجور سکھائے گا۔ اور اس کے سامنے بھید کی بات نہ کہو اور اپنے کام میں ان سے مشورہ لو جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔ (بہار شریعت، 16/188)

حضرت شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "گلستاں" میں ایک بڑی دلنشیں اور پیاری حکایت بطور تمثیل بیان فرمائی ہے جس سے صحبت صالح کے نتائج کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

فرماتے ہیں:

گلے خوشبوئے در حمام روز	رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عنبری	کہ از بوئے دلآویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم	ولیکن مدتے گل نشستم
جمال ہم نشیں در من اثر کرد	وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(گلستان سعدی، ص:5،6)

ترجمہ: یعنی ایک روز خوشبو والی مٹی حمام میں مجھے ایک دوست کے ہاتھوں سے ملی، میں نے اس مٹی سے کہا کہ تو مشک ہے یا عنبر؟ کہ تیری دلکش خوشبو نے مجھے مست و بے خود کر دیا ہے (یہ سن کر مٹی نے کہا) میں تو حقیر مٹی تھی لیکن ایک مدت تک میں پھولوں کی صحبت رہی، پس ہم نشیں کے جمال نے مجھ میں اثر کیا کہ میں خوشبودار ہوگئی ورنہ میں تو وہی خاک اور مٹی ہوں جو پہلے تھی۔

یہ مثال بھی بتاتی ہے کہ صحبت کا اثر و غلبہ مسلم ہے اور اس سے انسان اپنی اچھی اور بری زندگی کے نتائج کا بخوبی احتساب کر سکتا ہے۔

حضور داتا گنج بخش رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقم طراز ہیں:

"نفس کی عادت ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں سے راحت پاتا ہے اور جس قسم کے لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے گی وہ انہیں کی خصلت و عادت اختیار کر لیتا ہے اس لیے کہ تمام معاملات، ارادۂ حق اور ارادۂ باطل سے مرکب ہیں وہ جس ارادے کے معاملات کے ساتھ صحبت رکھے گا اس پر اسی کا غلبہ ہوگا کیونکہ اپنی ارادت، دوسرے کے ارادوں پر مبنی ہے، اور طبع و عادت پر ان کی صحبت کا بڑا اثر اور غلبہ ہے۔ یہاں تک کہ باز آدمی کی صحبت میں سدھ جاتا ہے۔ طوطی آدمی کے سکھانے سے بولنے لگتی ہے۔ گھوڑا اپنی بہیمانہ خصلت ترک کر کے مطیع بن جاتا ہے۔ (کشف المحجوب مترجم، ص:490)

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

نفس از ہم نفس بگیرد خوے	پُر حذر باش از لقائے خبیث
بار چوں فضائے بدگزرد	سوئے بدگیرد از ہوائے خبیث

ترجمہ: ایک نفس دوسرے نفس سے خصلت لیتا ہے اس لیے خبیث انسان کے میل سے بچیے۔

ہوا جب بدبودار جگہ سے گذرتی ہے تو اس خبیث طرف سے بدبو لے کر جاتی ہے۔(تفسیر روح البیان،1،516)

علما اور صلحا کی صحبت اور ماحول سے انسان بہت کچھ حاصل کر لیتا ہے کردار و سیرت سازی میں ان کی صحبت کا بھی بڑا گہرا اثر ہوتا ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ان حضرات کی بارگاہ میں رہنے والے ادنی سے اعلی ہو کر ہیرے اور موتی بن کر دنیا میں چمکنے لگتے ہیں اور خلق خدا ان کی گرویدہ ہوتی جاتی ہے۔ ان کی سیرت و کردار، انسانی مروت و ہمدردی، اخلاص و للّٰہیت، توکل و استغنا، اور جذبۂ طلب رضائے الٰہی اور محبت رسول ﷺ کا اثر بھی مصاحبین کی زندگیوں میں پڑتا رہتا ہے۔

ہر دور کے مشائخ عظام نے اپنے پیش رووں کی صحبت و معیت سے اپنی حیات میں چار چاند لگائے، اور اکتساب فیض کر کے قطرہ سے سمندر بن گئے۔ حضور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی غوث اعظم پیران پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

”تم اہل تقوی علما کی صحبت میں رہا کرو کیوں کہ اس میں برکت ہے اور جو عالم کہ علم پر عمل نہیں کرتے ان کی صحبت اختیار نہ کرو کہ ان کی صحبت کرنے میں بد بختی ہے“۔(ارشادات غوث اعظم، ص:231)

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”ان (علما و صلحا) کی برکتیں کیا بیان کی جائیں، یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ حق تعالیٰ عزوجل کے دوست کسی کو قبول کر لیں چہ جائیکہ اس کو محبت و قرب سے ممتاز فرمائیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشین کبھی بد نصیب نہیں ہوتا غرضے کہ ان کی صحبت کو غنیمت جانیں اور آداب صحبت کو مد نظر رکھیں تا کہ تاثیر پیدا ہو“(مکتوبات، ص:1،252)

عقائد کے بگاڑ میں صحبت کا اثر:

عقیدہ و ایمان سب سے بڑی دولت ہے، الحمد للہ ہم اس دولت ایمانی اور متاع عظیم سے نوازے گئے ہیں۔ دور حاضر میں ایمان و عقیدے کی حفاظت بڑا مشکل کام ہے۔

قرآن کریم میں صاف لفظوں میں فرمایا گیا ہے:

”وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ“(النساء:40)

”اور بے شک اللہ تم پر کتاب میں اتار چکا کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جاتا اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں“۔

یعنی ایسی مجالس میں جن میں کتاب الٰہی کا انکار کیا جائے اور اس کی آیتوں کا مذاق اڑایا جائے شرکت کرنے کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ اسی حکم کی یاد تازہ کرائی جا رہی ہے کہ جو شخص ایسی مجلسوں میں شرکت کرتا ہے وہ بھی گناہ میں برابر کا شریک ہوتا ہے تمام گمراہ فرقوں کی مجلسوں اور جلسوں میں جا کر بیٹھنے کا یہی حکم ہے کیونکہ صحبت کا اثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔(تفسیر ضیاء القرآن،1،405)

صحیح حدیث میں فرمایا گیا:

جب دجال نکلے گا کچھ اسے تماشے کے طور پر دیکھنے جائیں گے کہ ہم تو اپنے دین مستقیم پر ہیں ہمیں اس سے کیا نقصان ہو گا وہاں جا کر ویسے ہی ہو جائیں گے۔

حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں حلف سے کہتا ہوں کہ جو جس قوم سے دوستی رکھے گا اس کا حشر اسی کے ساتھ ہو گا۔

سید عالم ﷺ کا ارشاد ہمارا ایمان اور پھر حضور کا حلف سے فرمانا۔

دوسری حدیث میں ہے:

جو کافروں سے محبت رکھے گا وہ انہیں میں سے ہے“۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح الصدور میں نقل فرماتے ہیں:

”ایک شخص روافض کے پاس بیٹھا کرتا تھا جب اُس کی نزع کا وقت آیا، لوگوں نے حسب معمول اسے کلمہ طیبہ کی تلقین کی کہا: نہیں کہا جاتا۔ پوچھا کیوں؟ کہا: یہ دو شخص کھڑے کہہ رہے ہیں تو ان کے پاس بیٹھا کرتا تھا جو ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو برا کہتے تھے اب یہ چاہتا ہے کہ کلمہ پڑھ کر اٹھے، ہرگز نہ پڑھنے دیں گے۔ یہ نتیجہ! بد مذہبوں کے پاس بیٹھنے کا۔

جب صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بدگویوں سے میل جول کی یہ شامت، تو قادیانیوں اور وہابیوں اور دیوبندیوں کے پاس نشست و برخاست کی آفت کس قدر شدید ہو گی۔ ان کی بدگوئی صحابہ تک ہے، اُن کی انبیا اور سید الانبیا ﷺ اور اللہ عزوجل تک۔(الملفوظ،2/88،89)

صحبت و معیت بدمذہب کے نتیجہ میں آج کتنے خوش عقیدہ مسلمان بدعقیدہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیکوں کی صحبتیں عطا فرمائے۔ اللھم ثبت اقدامنا علی الصراط المستقیم

*****

ذکرِ جمیل

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وصال: 60 ہجری

محمد اعظم مصباحی مبارک پوری

چناں چہ ابن عساکر اپنی سند کے ساتھ بیان فرماتے ہیں:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ پانی کا برتن سرکار کی بارگاہ میں پیش کرتے تھے، ایک دن وہ بیمار ہو گئے تو حضرت امیر معاویہ نے وضو کا برتن اٹھایا اور سرکار کے ساتھ لے کر چلنے لگے۔ جب سرکار نے فراغت حاصل کر لی تو اپنے سرِ مبارک کو ایک یا دو بار اٹھا کر دیکھا اور فرمایا۔ اے معاویہ اگر تمھیں امیر بنایا جائے تو اللہ سے ڈرنا اور عدل و انصاف سے کام لینا۔ (تاریخ دمشق، ج:59، ص:107)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امیر بنائے جانے کا واقعہ کچھ اس طرح ہے: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی یزید بن ابی سفیان کا جب 18ھ میں وصال ہو گیا تو ان کے وصال کی خبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دی گئی۔ وہیں ان کے والد حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما تھے۔ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

من ولّیت مکانہ یا امیر المومنین؟ قال: اخاہ معاویۃ.

یعنی اے امیر المومنین! یزید بن ابی سفیان کی جگہ کس کو ولایت عطا فرمائیں گے تو حضرت عمر نے جواب دیا: ان کے بھائی معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔ (الاستیعاب، ج:3، ص:471، دار الکتب العلم)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں حضرت امیر معاویہ دمشق کے والی رہے پھر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا تو انھوں نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پورے شام کا والی بنا دیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے قصاص کی دعوت لے کر حضرت امیر معاویہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بر بنائے خطائے اجتہاد مقابلہ ہوا مدتوں جنگ چلتی رہی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی، لیکن آپ نے مسلمانوں کی خوں ریزی ختم کرنے کے لیے حضرت امیر معاویہ سے کچھ شرائط پر صلح کر لی۔ یہ واقعہ 41ھ کا ہے۔ صلح کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سارے عالم اسلام کے خلیفہ ہو گئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان فقہ و اجتہاد:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہائے صحابہ سے ہیں۔ آپ مجتہد بھی ہیں۔ آپ کا فقیہ ہونا بخاری شریف کی حدیث سے ثابت ہے:

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس سے کہا گیا امیر المومنین حضرت امیر معاویہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اس لیے کہ انھوں نے ایک رکعت وتر ادا کی ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: انھوں نے درست کیا کیوں کہ وہ فقیہ ہیں۔ (ایضًا)

حضرت صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہار شریعت میں رقم طراز ہیں: "امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد تھے۔ ان کا مجتہد ہونا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث صحیح بخاری میں فرمایا ہے۔ مجتہد سے ثواب و خطا دونوں صادر ہوتے ہیں۔"

(بہار شریعت، ج:1، ص:255، مطبوعہ: المکتبۃ المدینہ)

ایک رکعت وتر کا اجتہاد: نماز وتر کی تین رکعتیں ہیں۔ حضرت بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے:

عن الحسن قال: اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلاث لا یسلم إلّا في أخرهن. (المصنف لابن ابی شیبہ)

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں اور ان کے آخر میں سلام پھیرے۔

لیکن حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک رکعت وتر کے قائل تھے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے:

ترجمہ: حضرت ابو ملیکہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے عشا کے بعد ایک رکعت نماز وتر ادا کی اور ان کے پاس حضرت عبد اللہ بن عباس کے ایک آزاد کردہ غلام تھے وہ ابن عباس کے پاس آئے اور سارا معاملہ بتایا۔ اس پر عبد اللہ بن عباس نے فرمایا: انھیں چھوڑ دو کیوں کہ وہ صحابی رسول ہیں۔

(بخاری، ج:1، ص:531، مطبوعہ مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ)

اس حدیث کی تشریح میں شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرماتے ہیں:

حضرت ابن عباس کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ صحابی اور مجتہد ہیں۔ انھوں نے اپنے اجتہاد سے یہی سمجھا کہ وتر ایک ہی رکعت ہے، اس لیے ان پر کوئی مواخذہ نہیں، انھوں نے جو کچھ کیا وہ کسی دلیل کی بنا پر ہے جو ان کے پاس ہوگی۔ مجتہد پر کسی کی تقلید واجب نہیں بلکہ اسے کسی کی تقلید کرنا حرام ہے اسے اپنے اجتہاد ہی پر عمل کرنا واجب ہے۔ اس لیے ان پر ایک رکعت وتر پڑھنے پر طعن درست نہیں۔(نزہۃ القاری، ج:7، ص:157)

مسلمانوں کو کافر کی وراثت: اختلاف دینین ارث سے مانع ہے۔ لہٰذا کافر اور مرتد کسی مسلمان کے وارث نہیں ہو سکتے، اس پر جمہور کا اجماع ہے اس کی دلیل آیت کریمہ: "وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا" (سورۃ النساء) اور نہ ہی کوئی مسلم کافر کا وارث ہو سکتا ہے یہ موقف حضرت علی، حضرت زید اور عام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کا بھی یہی مذہب ہے۔ ان حضرات کی دلیل ابوداؤد شریف کی حدی: "لا یتوارث اهل ملتین شتی" (برکات السراج لحل اصول السراجیہ ص:15، 16۔ مطبوعہ مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارک پور)

جب کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ کافر تو مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا لیکن مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے، چناں چہ علامہ شعبی عبد اللہ بن معقل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن معقل فرماتے ہیں: میں نے اکابر صحابہ کے فیصلوں کے بعد اس سے بہتر کسی کو فیصلہ کرتے نہیں دیکھا جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل کتاب کے بارے میں دیا۔ آپ نے فرمایا: ہم ان کے وارث ہوں گے اور وہ ہمارے وارث نہ ہوں گے۔ جیسے کہ ان کی عورتیں ہمارے نکاح میں آسکتی ہیں لیکن ہماری ان کے نکاح میں نہیں جاسکتیں۔(المصنف، ج:6، ص:285)

حضرت امیر معاویہ اجتہاد میں منفرد نہیں، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا موقف بھی یہی تھا حضرت ابوالاسود دؤلی روایت کرتے ہیں:

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب یمن میں تھے تو آپ کے پاس ایک مقدمہ لایا گیا کہ ایک یہودی مر گیا اور اس کے وارثوں میں صرف اس کا ایک بھائی تھا اور وہ مسلمان تھا۔ اس پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ اسلام زیادہ کرتا ہے کم نہیں کرتا۔ لہٰذا حضرت معاذ نے اسے وارث ٹھہرایا۔(المصنف لابن ابی شیبہ، ج:6 ص:284)

ذمی کافر کی دیت کا مسئلہ: وہ کافر جو دار الاسلام میں جزیہ دے کر رہتا ہو اس کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔ یہ علمائے احناف کا مفتی بہ قول ہے۔

ہدایہ شریف میں ہے:

وان كان لاهل الذمة عواقل معروفة يتعاقلون بها فقتل احدهم قتيلا فديته على عاقلته بمنزلة المسلم لانهم التزموا احكام الإسلام في المعاملات.(ہدایہ، ج:2، ص:633، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ/السنن الکبری، ج:8، ص:102)

اس کی دلیل بیہقی شریف کی یہ حدیث ہے:

دية ذمي ذمة مسلم۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کافر کی دیت مسلمان کی دیت کے نصف ٹھہرائی۔ ان کی دلیل یہ حدیث پاک ہے:

عقل الكافر نصف دية المسلم.

(النسائی، ج:2، ص:248)

لیکن ذمی کافر سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پوری دیت لیتے آدھی دیت مقتول کے ورثہ کو دیتے اور باقی بیت المال میں جمع کراتے جیسا کہ سنن کبری میں مذکور ہے:

فلما كان معاويه اعطى اهل المقتول النصف و القى النصف في بيت المال ثم قضى عمر بن عبد العزيز في النصف والغى ما كان جعله معاوية.

(السنن الکبری، ج:8، ص:102)

وصال: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت فرمائی کی میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کرتا، موے مبارک اور ناخن شریف شیشی میں محفوظ ہیں۔ مجھے اسی کرتے میں کفن دیا اور ناخن اور موے مبارک کو آنکھ اور منہ پر رکھ دیا۔ شاید اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے طفیل میری مغفرت فرمادے۔(تاریخ الخلفا، ص:155، دار الارقم، بیروت لبنان)

ان وصیتوں کے بعد رجب 60 ہجری میں انتقال فرمایا۔ حضرت ضحاک بن قیس نے نماز جنازہ پڑھائی اور اس مدبر اعظم رضی اللہ عنہ کو دمشق کی سرزمین میں سپرد خاک کیا گیا۔(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:2، ص:262)

شیخ طریقت حضرت علامہ سید شاہ نعیم اشرف اشرفی علیہ الرحمہ

مولانا محمد شاہد علی اشرفی فیضانی

قصبہ جائس اتر پردیش کا ایک مردم خیز علاقہ ہے۔یہاں پر بڑے بڑے علم و ادب فضل وکمال والے اور روحانیت کی حامل تقوی و طہارت سے مزین پاکیزہ شخصیات جلوہ گر ہوئی ہیں جن کی علمی وادبی اور دینی وملی خدمات عبادت وریاضت اور اخلاص وللّٰہیت کی وجہ سے آج خانقاہ احمدیہ اشرفیہ جائس شریف بھی اپنی دینی وادبی اور روحانی خدمات میں ملک کی دیگر خانقاہوں میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔اسی خانقاہ کے ایک سجادہ نشین درویش کامل پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ نعیم اشرف اشرفی الجیلانی علیہ الرحمہ کی ذات گرامی بھی ہے۔جنھیں ان کے حلقہ ارادت میں "شیخ طریقت" کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔آپ کی ذات محتاج تعارف نہیں۔

ولادت باسعادت: آپ کی ولادت باسعادت 25 رمضان المبارک 1343ھ مطابق 19 اپریل 1925ء کو اپنی ننہال میں حضرت علامہ سید نقی اشرفی الجیلانی کے گھر میں ہوئی۔آپ کے والد محترم کا نام سید عبد القیوم اشرف اشرفی الجیلانی بن سید مرتضی اشرف اشرفی الجیلانی اور والدہ کا نام مبارک سیدہ آل فاطمہ ہے۔

تعلیم و تربیت: آپ کی پرورش آپ کے نانا جان حضرت علامہ سید شاہ نقی اشرف اشرفی الجیلانی علیہ الرحمہ نے فرمائی۔شاہ نقی اشرف اپنے وقت کے ایک جید عالم ربانی، عابد شب زندہ دار اور متقی وپارسا انسان تھے۔وہ اپنے نواسے سے بہت زیادہ محبت اور شفقت فرماتے تھے اور ان کو بھی علم وعمل تقوی وطہارت عشق وعرفان فضل وکمال اور جودو سخا میں بے مثال دیکھنا چاہتے تھے،اس لیے انھوں نے آپ کی تعلیم وتربیت پر ابتدا ہی سے خصوصی نظر رکھی۔یہی وجہ ہے کہ حضور شیخ طریقت علیہ الرحمہ بچپن ہی سے نیک سیرت عمدہ اخلاق وکردار کے حامل اور صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔آپ کے والدین بھی بڑے نیک اور خدا ترس انسان تھے۔آپ نے ایسے گھرانے میں پرورش پائی جو کہ علم وعمل فضل وکمال جودو سخا اور شرافت وکرامت میں ممتاز تھا،یہی وجہ ہے کہ ابتدائے عمری سے ہی آپ کے اندر حصول علم کا جذبہ صادق پیدا ہو چکا تھا۔جب آپ نے فکر وشعور کی دہلیز پر قدم رکھا تو آپ کے جد مکرم حضرت سید شاہ نقی اشرف اشرفی الجیلانی علیہ الرحمہ نے آپ کی رسم بسم اللہ خوانی ادا فرمائی۔چھ سال کی عمر میں آپ نے ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم مکمل کرلی اور اسی عمر ہی میں آپ نے نماز کا مکمل طریقہ متعدّد آیات قرآنی ودعائیں وغیرہ بھی یاد کر کے ان پر عمل پیرا ہو گئے۔پھر آگے درس نظامی کی تعلیم آپ نے اپنے وقت کے جید علما ومشائخ سے مکمل فرمائی۔آپ کے اساتذہ میں سے چند کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں:

(1) حضرت سید نقی اشرف اشرفی الجیلانی علیہ الرحمہ جو کہ آپ کے نانا ہیں (2) مولانا حکیم احمد اشرف علیہ الرحمہ (3) حکیم سید مبارک حسین اشرفی علیہ الرحمہ (4) قاضی میر محمد جائسی (5) مولانا غلام مصطفی وارثی جائسی (6) امام النحو علامہ عبد العزیز خان فتح پوری (7) امین شریعت حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین اشرفی علیہ الرحمہ (8) حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ۔

ان بزرگوں کی بارگاہ میں رہ کر آپ نے بہت کچھ علم وعمل سیکھا اور اس طرح آپ اپنے وقت کے ایک جید عالم ربانی، علم وعمل اور فضل وکمال کے نیر تاباں بن کر اپنے زمانے والوں کے سامنے چمکے۔

بیعت وخلافت اور سجادگی: آپ جب ظاہری علوم وفنون سے بہرہ مند ہو رہے تھے اسی درمیان آپ نے اپنے نانا جان اور مربی خاص حضرت علامہ سید شاہ نقی اشرف اشرفی الجیلانی علیہ الرحمہ سے 1937ء میں شرف بیعت حاصل کیا،اس کے ساتھ ہی آپ کے مرشد کامل نے دو باتوں کا آپ کو پابند کر دیا۔(1) کھانا اور ناشتہ آپ کے ساتھ کیا کریں گے۔(2) درس کے بعد حضرت سے مل کر مکان میں داخل ہوں۔ان دو باتوں نے حضرت شیخ طریقت علیہ الرحمہ کی تعلیم وتربیت کے استحکام میں بہت ہی مفید اور اہم کردار ادا کیا۔پیرو مرشد بچپن ہی سے ایک نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ اس طرح رہو کہ کہیں اور کسی وقت بھی تمھیں دیکھنے والے کو افسوس اور تم کو شرمندگی نہ ہو۔1947ء میں جب آپ کے مربی خاص نانا جان اور مرشد کامل سخت بیمار ہوئے تو مریدین بکثرت آپ کی عیادت کے لیے آنے جانے لگے تو حضرت مرشد گرامی سب سے یہی فرماتے کہ میرے بعد سجادہ نشین میرے نواسے نعیم اشرف ہوں گے۔اور مریدین

سے بطور خاص ملاقات کرواتے۔ حضور شیخ طریقت ان دنوں اپنے مرشد برحق کی خدمت میں زیادہ تر وقت گزارتے۔ غیر حاضر رہنے پر فوراً طلب کر لیے جاتے۔ ناناجان نے اپنے عزیز ترین نواسے کو اپنی عمر کے آخری ایام میں خوب فیض یاب کیا اور ڈھیروں دعاؤں سے بھی نوازا۔ نواسہ نے بھی اپنے نانا کے علمی اور روحانی چشمہ سے سیرابی حاصل کر کے اس تشنگی کو بجھایا اور ایک دن وہ بھی آیا کہ نانا نے اپنے عزیز نواسے کو سینے سے لگا کر علوم و معارف کا گنجینہ انڈیل دیا۔ مرشد برحق کی روحانی تربیت کا یہ نقطۂ عروج تھا علم سفینہ سے علم سینہ تک سب کچھ بخش دیا اور علمی و روحانی نوازشات کے سارے دروازے کھول دیے۔ ایک روز حضرت کے کئی خاص مرید آگئے آپ نے شیرنی منگوائی اور مریدین و اہل خانوادہ کی موجودگی میں اپنے چہیتے مرید کو خلافت عطا فرمائی۔ (تلخیص: محبوب یزدانی، ص 8/7)

اخلاق و کردار: اللہ عزوجل نے آپ کو بے شمار خصائص و کمالات اور خوبیوں سے نوازا تھا ان میں سے ایک عظیم خوبی حسن اخلاق بھی تھی۔ آپ خود بھی حسن اخلاق کے پیکر جمیل تھے اور اپنے مریدین و معتقدین کو بھی اس کی تعلیم دیتے۔ آپ کے اخلاق اتنے بلند تھے کہ ہر آنے والا شخص آپ کو دیکھ کر بہت ہی متاثر ہوتا اور اس بات کا اظہار کیے بغیر نہ رہتا کہ حضرت سب سے زیادہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ آپ کی بارگاہ میں کوئی بھی آتا چاہے عالم ہو یا غیر عالم امیر ہو یا غریب چھوٹا ہو یا بڑا ہر ایک سے یکساں سلوک فرماتے؛ ہر ایک سے خوشی کے ساتھ ملاقات کرتے اور دعاؤں سے نوازتے۔ جب بھی کوئی ملاقات کے لیے آتا تو آپ کی زبان پر اس کے لیے یہی کلمات جاری ہوتے۔ "اللہ سلامت رکھے، خوش و آباد رکھے؛ خوش رہو آباد رہو۔"

آپ کی حیات طیبہ میں حاسدین نے حسد کی بنیاد پر آپ کو نازیبا کلمات بھی کہے لیکن آپ نے کبھی کسی کا جواب نہ دیا۔ بلکہ آپ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی حسن سلوک فرماتے اور ان کے ساتھ اس قدر اخلاق اور محبت سے پیش آتے کہ وہ خود ہی شرمندہ ہو جاتے۔ آپ کے حسن اخلاق کی متعدد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں ذیل میں آپ کے حسن اخلاق سے متعلق ایک واقعہ ذکر کیا جا رہا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کے خادم خاص اور خلیفہ مولانا محمد عرفان صاحب اشرفی ناگوری بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں جائس شریف ہی میں کسی ہوٹل میں چائے نوشی کر رہا تھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا حضور شیخ طریقت علیہ الرحمۃ کی برائی کرنے لگا تو مجھ سے رہا نہ گیا میں نے اس کو ڈانٹ پھٹکار کی پھر میں وہاں سے چلا آیا۔ دوسرے روز وہی شخص حضور قبلہ شیخ طریقت علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں گھر پر آگیا حضرت نے اسے اپنے پاس بٹھا لیا اور مجھ سے فرمایا کہ مولانا جاؤ گھر میں جو سب سے اچھی قسم کی مٹھائی رکھی ہوئی ہے وہ لے آؤ ایک دفعہ تو میں نے اس طرف کوئی توجہ نہ دی اس لیے کہ میں سمجھ گیا تھا کہ حضور اسی کے واسطے مٹھائی منگوا رہے ہیں لیکن پھر دوبارہ حضرت نے فرمایا کہ مولانا جاؤ گھر میں جو سب سے اچھی قسم کی مٹھائی موجود ہے وہ لے آؤ میں حضرت کے حکم کے مطابق گھر میں گیا گھر میں کئی طرح کی مٹھائیاں رکھی ہوئی تھیں میں ان میں سے سب سے ہلکی والی مٹھائی کا ڈبہ اٹھا لایا تو حضرت نے فرمایا کہ یہ نہیں بلکہ وہ والی جو سب سے اعلیٰ قسم کی ہے وہ لاؤ میں واپس گیا اور وہ ڈبا اٹھا کر لایا جس کے بارے میں آپ فرما رہے تھے۔ حضور نے اسے وہ مٹھائی پیش کی پھر وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ مولانا یہ وہی شخص ہے جو کل ہوٹل میں ہماری برائی کر رہا تھا تو میں نے کہا جی! پھر آپ نے فرمایا کہ اس نے میری برائی کر کے میرا تو کچھ نقصان نہیں کیا؟ البتہ اپنی نیکیاں مجھ کو دے کر اور میرے گناہ خود کے سر لے کر اس نے مجھ پر بڑا احسان کیا۔

سبحان اللہ یہ ہے آپ کے حسن اخلاق کی ایک مثال جو ہمیں اس دور میں بہت ہی کم لوگوں میں دیکھنے کو ملتی ہے۔

خدمت خلق: خدمت خلق ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ مذہب اسلام میں اسے عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔ کہ انسان اپنی ضرورتوں کے ساتھ دوسروں کی ضرورتوں کا خیال رکھے دکھ سکھ میں ایک دوسرے کے کام آئے۔ حضور شیخ طریقت علیہ الرحمۃ میں یہ وصف بھی بدرجہ اتم موجود تھا اسی جذبہ صادق نے آپ کو چین و سکون سے بیٹھنے نہیں دیا؛ مخلوق کی بے لوث خدمت کے لیے آپ نے ادارہ احمدیہ اشرفیہ قائم کر کے ملت اسلامیہ پر احسان عظیم فرمایا۔ جس کے ذریعے آپ نے بے شمار دینی و ملی خدمات انجام دیں اور تاہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔

آپ کے دل میں خدمت خلق کا جذبہ اس قدر موجزن تھا کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے مجھے اپنی تکالیف اور پریشانیوں کی کوئی پروا نہیں بلکہ میرے مریدین کی تکالیف کا خیال مجھے ہر وقت رہتا ہے۔ اس لیے مریدین آپ کو جب بھی یاد کرتے آپ ان کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے حاضر ہو جاتے خواہ اس سلسلے میں آپ کو کتنی بھی تکالیف برداشت کرنی پڑتیں۔ بسا اوقات حالات ایسے ہوتے کہ راستے بھی صحیح نہیں ہوتے سفر میں بے حد تکلیف بھی ہوتی گاڑیوں کی پریشانی الگ ہوتی مگر خدمت

خلق کا جذبہ صادق دل میں موجزن تھا ان تمام تکالیف کو مسکرا کر برداشت کرتے اور ان کی دعوت پر ضرور تشریف لے جاتے۔

حضرت مولانا محمد الیاس اشرفی خطیب وامام جامع مسجد کھاری ضلع ناگور راجستھان بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ہم لوگ حضرت سے ملاقات کرنے جائس گئے تو معلوم ہوا کہ حضرت کسی گاؤں میں اپنے مرید کے یہاں دعوت میں تشریف لے گئے ہیں مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ ہم شہزادہ نعیم الاصفیا حضرت علامہ حسن میاں صاحب کے ہمراہ اس گاؤں میں جا پہنچے تو کیا دیکھا کہ حضرت مریدین کے حلقہ میں جلوہ بار ہیں اور وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری ہے مولانا موصوف نے بعد سلام و مصافحہ عرض کیا حضور یہاں تک آنے کا راستہ بہت خراب ہے ہم لوگوں کو بہت پریشانی ہوئی ہے تو آپ کو کتنی تکلیف ہوئی ہوگی آپ نے اتنی تکلیف کیوں اٹھائی؟ حضور شیخ طریقت علیہ الرحمۃ نے فرمایا مولانا مجھے اپنی تکلیف کی کوئی فکر نہیں ہے بلکہ مجھے تو اپنے مریدین کی فکر ہے۔

مذکورہ بالا واقعہ سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضور شیخ طریقت علیہ الرحمۃ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے خدمت خلق کا کیسا جذبہ صادق عطا فرمایا تھا یہی وہ جذبہ تھا کہ جب بھی آپ باسنی تشریف لاتے تو حاجت مندوں کی بھیڑ دعا و تعویذ کے لیے جمع ہو جاتی آپ اس خدمت میں اس قدر مصروف ہو جاتے کہ کھانے پینے کا بھی خیال نہ رہتا۔ ایسے ہی جب کوئی اپنی پریشانی بیان کرنے لگتا تو آپ بے قرار ہو جاتے بار بار اس کو اپنی مخصوص دعاؤں سے نوازتے اور تسلی دیتے۔ یقیناً حضور شیخ طریقت علیہ الرحمۃ خدمت خلق کے جذبہ بیکراں سے سرشار تھے۔ اسی جذبہ کے تحت آپ نے علالت و ضعیفی کی حالت میں بھی دور دراز کا سفر طے فرمایا۔ نہ تکلیف کا خیال کیا نہ ہی سفر کی طوالت و مشکلات کا خیال کیا بلکہ ایک ہی جنون طاری تھا کہ خدمت خلق و خدمت دین متین کے فریضہ کو بخوبی انجام دیا جائے۔ (حیات شیخ طریقت: ص 13/14)

دینی و تبلیغی خدمات: تحریر و تقریر اور پیری و مریدی یہ سارے طریقے دین کی تبلیغ و اشاعت کے بہترین ذرائع ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے ان سارے طریقوں سے دین کی بہترین خدمات انجام دی ہیں۔ ہمارے حضور شیخ طریقت علیہ الرحمۃ نے بھی دین کی تبلیغ و اشاعت کے لیے اسی طریقے کو اپنا کر اس کے ذریعے سے آپ نے دین و سنیت کی بہترین خدمات انجام دیں۔ آپ کا انداز خطابت اور اسلوب بیان بہت ہی علمی اور پر اثر ہوا کرتا تھا۔ آپ کی خطابت میں تصوفانہ رنگ غالب رہتا تھا۔ آپ کی خطابت کو علما و مشائخ اور عوام سبھی بڑی دلچسپی کے ساتھ سماعت کیا کرتے تھے۔ اس لیے کہ آپ مخاطب کے معیار کے مطابق ہی گفتگو فرماتے تھے۔ آپ کی گفتگو نہایت ہی مفید فکر انگیز اور با اثر ہوا کرتی تھی اور تحریر کے میدان میں بھی آپ کا ایک الگ ہی انداز تھا۔

آپ کی تحریر پر تبصرہ کرتے ہوئے استاذ محترم ادیب شہر حضرت علامہ مولانا تصور حسین رضوی علیہ الرحمۃ سابق استاذ دار العلوم اہل سنت فیضان اشرف باسنی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

حضرت مخدوم المشائخ فطرتاً نیک صالح اور متقی و پرہیزگار تھے، آپ کا علمی مذاق بھی بڑا عمدہ تھا فنون متداولہ پر ید طولیٰ رکھتے تھے۔ علم دوست تھے۔ راقم الحروف نے آپ کے مضامین و مقالات دیکھے اور پڑھے ہیں، جس سے وسعت فکر و نظر، کثرت علم و فن، کا اندازہ لگایا ہے آپ کے مقالات و مضامین بہت سارے رسائل و جرائد میں شائع ہوئے ہیں آپ کا ایک نایاب مضمون "دین ہمہ اوست" تحفظ عقائد نمبر کے صفحات کی زینت ہے۔ آپ کی تحریر میں علم و تحقیق، فکر و تدقیق کا سمندر موجیں مارتا ہے۔ ندرت بیان، حسن اسلوب، سلاست و روانی سے متاثر ہو کر قاری صد آفریں کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور آپ کے قلم کا شاہکار اور فکر و فن کی غماز آپ کی شاندار تصنیف "محبوب یزدانی" بھی ہے۔ ان کے علاوہ آپ کے رشحات قلم کی بہت سی یادگاریں ہیں جن کو کسی تفصیلی مضمون میں شامل کیا جائے گا۔ راقم الحروف نے آپ کا ذاتی دار المطالعہ دیکھا تو بہت سی نادر الوجود کتابیں اور مخطوطے نظر آئے۔ اس سے بھی آپ کے علمی جاہ و جلال کا اندازہ لگتا ہے کیوں کہ عالم دین کا ہتھیار کتابیں ہی ہوا کرتی ہیں۔ (ماخوذ از۔ تعارف نامہ دار العلوم اہل سنت فیضان اشرف باسنی: ص 28)

اس کے علاوہ حضرت نے اور بھی دین کی تبلیغ و اشاعت کے لیے ملک و بیرون ملک کے مختلف اسفار کیے مثلاً پاکستان، بنگلادیش، ماریشش، وغیرہ جا کر آپ نے دین کا شاندار کام انجام دیا اور آج بھی آپ کے اسی مشن کو ملک اور بیرون ملک میں آپ کے صاحبزادگان حضور شیخ طریقت حضرت علامہ مولانا الشاہ سید محمد اشرف کلیم اشرفی الجیلانی مدظلہ العالی اور دوسرے صاحبزادے تاج الصوفیہ پیر طریقت حضرت علامہ مولانا الشاہ سید محمد قسیم اشرف (حسن میاں) اشرفی الجیلانی دامت برکاتہم العالیہ بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔

(باقی ص:34 پر)

انوار حیات

آخری قسط

حضرت مفتی آلِ مصطفیٰ مصباحی علیہ الرحمہ

چند یادیں چند باتیں

ولادت: 1971ء-وصال:10 جنوری 2022ء

مبارک حسین مصباحی

اس موقع پر مولانا سید غوث اشرف جیلانی کچھوچھوی مفتی شہاب الدین اشرفی شیخ الحدیث جامع اشرف، مولانا عبد الخالق صاحب اشرفی صدر المدرسین جامع اشرف ، فاضل یمن مولانا سید جامی اشرف اشرفی جیلانی، نبیرۂ قطب المشائخ مولانا سید اعرف اشرف اشرفی جیلانی اور خانوادۂ اشرفیہ کے معزز افراد بر سر اسٹیج تھے۔

سیمینار کو کامیابی سے ہمکنار کرانے میں حضرت صوفی ملت کے تمام شہزادگان اور اہل خانہ کے ساتھ مفتی اصغر علی اشرفی جامعی شیخ الحدیث وصدر مفتی ، دار العلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات، مولانا معصوم رضا نوری ،استاذ مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم اور دیگر محبین و مخلصین نے اپنی رضا کارانہ خدمات پیش کیں۔

سیمینار ایک نشست میں منعقد ہوا، نظامت کے فرائض نقیب شہیر مولانا کفیل عنبر نے انجام دیے، سیمینار کی تقریب صبح 9 بجے شروع ہو کر ساڑھے تین بجے دن میں اپنے اختتام کو پہنچی۔

یہ رپورٹ معصوم رضا نوری نے ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور کو ارسال کی تھی جو ماہ نامہ اشرفیہ جنوری 2020ء میں شائع ہوئی، ہم نے مختصر طور پر اسے پیش کیا ہے۔

مجلس تحقیقات علمی جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ کا پہلا انٹر نیشنل مخدوم اشرف سیمینار

26/ محرم الحرام 1441ھ مطابق 26/ ستمبر 2019ء کو ”مولانا احمد اشرف ہال“ میں مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کی۔ حیات و خدمات پر ایک روزہ انٹر نیشنل سیمینار کا انعقاد ہوا یہ علمی پروگرام اہل علم و دانش کے لیے بطور خاص منعقد ہوا تھا۔ مختلف جامعات اور یونیورسٹیز کے اسکالروں، پروفیسروں اور علما و دانشوروں نے شرکت کی اور غوث العالم مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کی حیات و خدمات مختلف گوشوں کو عالمی سطح پر متعارف کرانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اور اپنے گراں قدر مقالات پیش فرمائے۔ سیمینار کا پروگرام تین نشستوں میں اختتام پذیر ہوا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

افتتاحی اجلاس 26/ ستمبر 2019ء

9:00AM to 10 :30 AM

1۔ تلاوت کلام پاک: قاری محمد سلیمان اشرفی استاذ جامع اشرف نے فرمائی، نعت پاک: معین الدین اشرفی متعلّم جامع اشرف فاضل اول۔ خطبۂ صدارت: حضرت قائد ملّت، سرپرست اعلیٰ جامع اشرف صاحب سجادہ سید محمد محمود اشرف اشرفی جیلانی دام فیوضہ نے پیش فرمایا۔ خطبۂ استقبالیہ حضرت مولانا قمر احمد اشرفی صاحب ناظم اعلیٰ جامع اشرف نے پیش فرمایا۔ اغراض و مقاصد۔ حضرت مولانا مفتی رضاء الحق اشرفی مشرفِ اعلیٰ السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف جامع اشرف نے پیش کیے۔

نشست اول۔ 26/ ستمبر 2019ء

10:30 AM to 1:00 PM

صدارت: پروفیسر ڈاکٹر واحد نظیر، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی۔
نظامت: مولانا قمر عارف ازہری اشرفی، استاذ جامع اشرف۔
درج ذیل مقالہ نگاروں نے اپنے مقالات پیش کیے
1۔ مفتی کمال الدین اشرفی، رائے بریلی
سید اشرف جہانگیر سمنانی کی علمی خدمات
2۔ مولانا فروغ احمد اعظمی صاحب، دوست پور،
سید اشرف جہانگیر سمنانی اور اصلاح امرا و سلاطین
3۔ ڈاکٹر سراج احمد، بستی
سید اشرف جہانگیر سمنانی خُلقِ نبوی ﷺ کے آئینے میں
4۔ مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب، مبارک پور
سید اشرف جہانگیر سمنانی اپنی تصانیف کے آئینے میں
5۔ مولانا انوار احمد نعیمی، فیض آباد
خطۂ اودھ میں سید اشرف جہانگیر سمنانی کے اثرات و برکات
6۔ مولانا ساجد مصباحی، کشتی نگر
سید اشرف جہانگیر سمنانی اپنے ملفوظات کے آئینے میں

7۔ مولانا محمد فہیم ثقلینی، بدایوں
سید اشرف جہانگیر سمنانی کے روحانی فیوض وبرکات
8۔ ڈاکٹر سجاد مصباحی، کولکاتا
سید اشرف جہانگیر سمنانی اور انسانی رواداری
9۔ مولانا غلام مصطفی نعیمی، دہلی
سید اشرف جہانگیر سمنانی اور تربیت مریدین
10۔ ڈاکٹر عبدالسلام جیلانی، علی گڑھ
سید اشرف جہانگیر سمنانی اور ہم عصر امراو سلاطین سے روابط

نشست دوم۔ 26/ستمبر 2019ء

2:30 PM to 4:30 PM

صدارت: پروفیسر عبد السلام جیلانی صاحب، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نظامت: مولانا جابر حسین مصباحی، استاذ جامع اشرف۔

مقالہ نگار:

1۔ مفتی عبدالخبیر اشرفی، التفات گنج
سید اشرف جہانگیر سمنانی اپنے پیر و مرشد کی نظر میں۔
2۔ مولانا مفتی رستم علی، ممبئی
سید اشرف جہانگیر سمنانی کی زندگی کے چند گوشے احادیث کی روشنی میں
3۔ ڈاکٹر محمد عباس (حیدر چشتی)، علی گڑھ
سید اشرف جہانگیر سمنانی کی ادبی خدمات۔
4۔ مفتی معین الدین اشرفی، فیض آباد
سید اشرف جہانگیر سمنانی اور ان کی سیاحت و جہانگیری۔
5۔ مولانا عماد الدین، جلال پور
سید اشرف جہانگیر سمنانی کا مقامِ محبوبیت۔
6۔ مولانا ابرار احمد، جلال پور
ملفوظات صوفیہ میں لطائف اشرفی کا مقام۔
7۔ ڈاکٹر امجد رضا، پٹنہ
سید اشرف جہانگیر سمنانی اور سطحیات صوفیہ۔
8۔ ڈاکٹر محمد موصوف احمد، دھنباد
سید اشرف جہانگیر سمنانی (شخصیت اور شاعری)۔
9۔ ڈاکٹر محمد احمد نعیمی جامعہ ہمدرد، دہلی
سید اشرف جہانگیر سمنانی پر مختلف عصری جامعات میں علمی تحقیق
10۔ مولانا فصیح الدین نظامی، حیدر آباد
سید اشرف جہانگیر سمنانی کے ملفوظات و مکتوبات میں اصطلاحات صوفیہ۔
11۔ ڈاکٹر واحد نظیر، دہلی
سید اشرف جہانگیر سمنانی بحیثیت ماہر تعلیم: لطائف اشرفی کے آئینے میں

نشست سوم۔ 26/ستمبر 2019ء

9:00 PM to 4:00 AM

صدارت: حضرت مولانا قمر عالم اشرفی شیخ الحدیث دار العلوم علیمیہ۔ جمداشاہی۔ نظامت: حضرت مولانا مفتی رضاء الحق اشرفی ناظم مجلس تحقیقات علمی جامع اشرف۔

مقالہ نگار:

1۔ مفتی آل مصطفیٰ اشرفی، گھوسی
سید اشرف جہانگیر سمنانی کا فقہی مقام۔
2۔ مولانا عارف اللہ فیضی، مئو
سید اشرف جہانگیر سمنانی کا مقام ولایت۔
3۔ شیخ سید عبدالحکیم مرشدی ازہری، مصر
سوانح سید اشرف جہانگیر سمنانی (تقریر بزبان عربی)
4۔ مولانا عبدالخالق اشرفی، استاذ جامع اشرف
سید اشرف جہانگیر سمنانی اور احترام علم و علماء
5۔ مفتی شہاب الدین اشرفی، استاذ جامع اشرف
سید اشرف جہانگیر سمنانی کے علمی افادات میں قرآن وحدیث سے استدلال
6۔ مولانا قمر الدین اشرفی، استاذ جامع اشرف
سید اشرف جہانگیر سمنانی اور شاہ ولی اللہ کے ترجمہ قرآن کا تقابلی جائزہ
7۔ مولانا قمر عارف اشرفی، استاذ جامع اشرف
مکتوباتِ اشرفی کی تاریخی و علمی حیثیت
8۔ مولانا نوشاد عالم اشرفی، استاذ جامع اشرف
سید اشرف جہانگیر سمنانی جامع سلاسل طریقت
9۔ مولانا نذر الباری اشرفی، استاذ جامع اشرف
سید اشرف جہانگیر سمنانی کا خاندانی پس منظر
10۔ مولانا جابر حسین مصباحی، استاذ جامع اشرف
سید اشرف جہانگیر سمنانی کے ممتاز خلفاء و مریدین
11۔ مولانا جابر احمد اشرفی، استاذ جامع اشرف
سید اشرف جہانگیر سمنانی کی معاصر اولیا سے ملاقات و تعلقات
12۔ مولانا انور جامعی، استاذ جامع اشرف

سید اشرف جہانگیر سمنانی کی حیات و خدمات

13۔ مولانا ساجد حسین جامعی، استاذ جامع اشرف

سید اشرف جہانگیر سمنانی اور ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی

14۔ مولانا غلام محبوب سبحانی اشرفی، استاذ جامع اشرف

سید اشرف جہانگیر سمنانی کا سمنان سے سفر ہندوستان

تقسیم اسناد وغیرہ: بدست قائد ملت حضرت علامہ سید محمد محمود اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشیں آستانہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں دامت برکاتہم العالیہ۔

دعائیہ کلمات: قائد ملت حضرت علامہ سید محمد محمود اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشیں آستانہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں و سرپرست اعلیٰ جامع اشرف درگاہ کچھوچھہ۔

بفضلہ تعالیٰ اس انٹرنیشنل سیمینار میں 35 مقالات کی تلخیصات پیش کی گئیں، عنوانات پر آپ نگاہ ڈالیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ حضرت مولانا مفتی آل مصطفےٰ مصباحی علیہ الرحمۃ کا تنہا موضوع ہے "سید اشرف جہانگیر سمنانی کا فقہی مقام" حضرت مفتی آلِ مصطفیٰ مصباحی فقہ و افتا میں منفرد اعلیٰ مقام اور ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ حضور مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی علوم و اعمال کے بحرِ ناپیدا کنار تھے آپ نے لگ بھگ 15 برس کی عمر شریف میں مکمل قرآن عظیم کا فارسی زبان میں ترجمہ فرمایا، یہ گراں قدر فارسی ترجمہ، اس کا اردو ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔ آپ نے کتابیں اور ملفوظات پیش فرمائے، فقہی بصیرت میں بلند مقام رکھتے تھے، آپ کی حیات کا لمحہ لمحہ فقہی بصیرت کا عملی نمونہ تھا۔ حضرت مفتی آلِ مصطفےٰ مصباحی نے آپ کے فقہی مقام پر تحقیقی مقالہ سپردِ قلم فرمایا تھا۔

تصنیفات و تالیفات:

حضرت مولانا مفتی آل مصطفیٰ مصباحی علیہ الرحمۃ اردو عربی اور فارسی زبانوں میں پڑھنے لکھنے اور بولنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ آپ کے قلم سے مختلف عناوین و موضوعات پر تقریباً دو سو مضامین و مقالات معرض وجود میں آچکے ہیں۔ متعدد علمی اور تحقیقی کتابیں آپ کی مطبوعہ ہیں، مختلف کتابوں پر آپ کی تقاریظ، مقدمات، تاثرات اور تبصرے منصۂ شہود پر آچکے ہیں:

آپ کی **مطبوعہ تصانیف** حسب ذیل ہیں:

- اسباب ستہ اور عموم بلوی کی توضیح و تنقیح
- مختصر سوانح صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ
- بیمۂ زندگی کی شرعی حیثیت
- کنزالایمان پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ
- منصب رسالت کا ادب و احترام
- روداد مناظرۂ بنگال
- بچوں اور بچیوں کی تعلیم و تربیت کے اصول
- نقشہ دائمی اوقات صلاۃ برائے گھوسی
- مسئلۂ کفاءت عقل و شرع کی روشنی میں

تعلیقات و حواشی:

- منیر التوضیح (عربی حاشیہ بر "التوضیح في حل غوامض التنقیح"
- فتاویٰ امجدیہ جلد سوم اور جلد چہارم پر تعلیقات اور مقدمات۔
- تقدیم و ترجمہ عربی عبارات" فقه شهنشاه و أن القلوب بيد المحبوب بعطاء الله .المعروف بہ شہنشاہ کون ؟ (امام احمد رضا قدس سرہ)
- ترجمہ و تقدیم "مواهب ارواح القدس لكشف حكم العرس"۔ (ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ)
- حاشیہ شرح عقود رسم المفتی۔ (زیر طبع)

ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور میں مضامین:

آپ کے گراں قدر مضامین اور علمی اور فقہی مقالات ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور میں شائع ہوتے رہے ہیں، بر وقت جن کی تفصیل نگاہوں میں نہیں اگر کوئی قلم کار اس طرف توجہ دے تو "**حضرت مفتی آل مصطفیٰ مصباحی اور ماہ نامہ اشرفیہ**" کا موضوع منتخب کر سکتا ہے۔

سرِ دست ہمارے سامنے 1332 صفحات پر مشتمل "سیدین نمبر" ہے، اس میں آپ نے "**تحریکِ خلافت اور علامہ سید اولادِ رسول محمد میاں مارہروی**" کے عنوان سے 10 صفحات پر مشتمل فقہی اور سیاسی مضمون تحریر فرمایا ہے۔ ذیل میں اس کے کچھ اقتباسات ملاحظہ فرمائیے:

ہندوستان میں تحریک خلافت:

جب گورنمنٹ برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کی طرف سے ترکوں پر مظالم ڈھائے جانے لگے اور مقامات مقدسہ کی بے حرمتی کی جانے لگی ایسے ناگفتہ بہ حالات میں ترکی کے سلطان کی طرف سے تحریک خلافت شروع ہوئی اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں سے بھی امداد و اعانت کے طالب ہوئے تو ہندوستان میں اس تعلق سے علما اور سیاسی لیڈر مجموعی طور پر دو حصوں میں بٹ گئے۔ ایک طبقہ نے مسٹر گاندھی اور دیگر مسلم لیڈروں کے ساتھ مل کر دہلی میں آل انڈیا خلافت کانفرنس کے اجلاس 1919 میں خلافت کمیٹی کے نام سے ایک کمیٹی

کی بنیاد ڈالی جس میں محمد علی، شوکت علی، مسٹر ابوالکلام آزاد، مسٹر گاندھی مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولوی عبدالماجد بدایونی، وغیرہم شامل تھے۔ اس کمیٹی کے زیر اہتمام ملک کے مختلف حصوں میں جلسے کیے گئے اور ترکوں کی امداد و اعانت کے نام پر خوب چندے اکٹھے ہوئے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ترکوں کو تو فائدہ نہ پہنچا سکے البتہ ان نام نہاد سیاسی لیڈروں نے اپنی قوم کے عقیدہ و عمل کو ضرور نقصان پہنچایا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو خلافت کمیٹی کے نام پر مسٹر ابوالکلام وغیرہ نے اپنی قوم کا بے پناہ نقصان کیا ہے۔ مسٹر گاندھی کو مذہبی رہنما بنایا اور اسے ایسے غیر شرعی القاب و خطاب سے نوازا کہ مسلمانوں کی روح بے چین ہو اٹھی۔" (ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، سیدین نمبر، ص:319 تا 320)

کچھ آگے بڑھ کر آپ علمائے اہلِ سنت کی کاوشوں پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تمام اکابر اہل سنت بالخصوص مجدد اعظم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے صحیح شرعی موقف کی وضاحت بھی فرمائی، مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت اور ممالک اسلامیہ کی امداد و اعانت کے لیے مسلمانوں کو ترغیب دی۔ اور ساتھ ہی ساتھ نام نہاد مسلم لیڈروں کے ہفوات وضلالات کو بھی واضح فرمایا جس کے لیے فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم، الحجۃ المؤتمنۃ فی الآیۃ الممتحنۃ، دوام العیش فی الائمۃ من قریش اور النور جیسی کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا۔

اُس دور کے اکابر علما میں علامہ سید اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی بھی ہیں، جماعت رضائے مصطفیٰ کی ذیلی جماعت انصار الاسلام کی طرف سے ممالکِ الاسلامیہ کی حفاظت اور مقامات مقدسہ کی صیانت اور مسلمین مظلومین کی اعانت کی تحریک کے لیے پہلا اجلاس جو 1939 میں بریلی میں منعقد ہوا تھا، اس کی صدارت بھی آپ ہی نے فرمائی تھی۔ آپ کا خطبۂ صدارت ساٹھ صفحے پر مشتمل شائع ہو کر منظر عام پر بھی آیا تھا، اس خطبے میں آپ نے بہت سے اہم عصری امور پر گفتگو کی ہے۔ خصوصیت سے ہندو مسلم موالات اور اس کے محرکین کی قلعی کھولی ہے۔"

(ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، سیدین نمبر، ص: 321 تا 322)

کنزالایمان پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ:

اس موضوع پر یومِ رضا جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں طلبہ کے درمیان "مقالات نگاری" کا موازنہ ہوتا تھا، جماعت سابعہ اور جماعت ثامنہ میں دیگر عنوانات کے ساتھ یہ موضوع بھی تھا، بفضلہ تعالیٰ ہمارا [مبارک حسین مصباحی] مضمون نمبر ایک پر آیا، صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ نے ایک حوصلہ افزا نوٹ لگایا کہ "تحریر میں اصل موضوع پر مواد محنت سے جمع کیا ہے، جلد و صفحات کا حوالہ بھی دیا ہے، زبان و بیان سب سے عمدہ ہے، اس مضمون کو اہلِ قلم کے درمیان پیش کیا جا سکتا ہے۔" اسی موضوع پر حضرت مفتی آل مصطفیٰ مصباحی علیہ الرحمہ نے بھی قلم بند فرمایا تھا اور دیگر طلبہ نے بھی۔ حضرت مفتی علیہ الرحمہ نے قدرے حذف و اضافے کے بعد کتابی صورت میں شائع فرما دیا۔

"افتراق بین المسلمین کے اسباب" پر آپ کا تبصرہ

ہماری کتاب "برصغیر میں افتراق بین المسلمین کے اسباب" جب منظرِ عام پر آئی تو برصغیر خاص طور پر ہند و پاک میں قدر کی نگاہوں سے دیکھی گئی، مرکزی مجلس رضا لاہور پاکستان سے حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی علیہ الرحمہ نے غالباً چار ایڈیشن شائع فرما کر مفت تقسیم فرمائے۔ متعدّد حضرات نے اس پر تبصرے نوٹ فرمائے۔ حضرت مولانا شبیر احمد پٹیل گجراتی دام ظلہ العالی نے ہماری دیگر چند کتابوں کے ترجمے گجراتی زبان میں فرمائے اور شائع کیے **"برصغیر میں افتراق بین المسلمین کے اسباب"** کا گجراتی ترجمہ بھی شائع کیا۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزاؤں سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔ حضرت مفتی آل مصطفیٰ مصباحی علیہ الرحمہ نے ماہ نامہ اشرفیہ اپریل 2003ء کے ساڑھے تین صفحات پر "نقد و نظر" کے کالم میں تبصرہ نوٹ فرمایا۔ چند اقتباسات ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

"عالمی منظر نامہ یہ ہے کہ یہود، ہنود اور عیسائی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحدہ محاذ بنا چکے ہیں اور یہ طاغوتی طاقتیں کمیونزم کے خاتمہ کے بعد صرف اسلام کو اپنے لیے خطرہ محسوس کرتی ہیں۔ اس لیے شدید ضرورت ہے کہ اللہ و رسول پر دعویٰ ایمان رکھنے والی جماعتوں کے مابین افتراق و انتشار کے صحیح اسباب کی نشان دہی کی جائے۔ اور اتحاد و اتفاق کی راہ میں حائل بنیادی رکاوٹوں کو دور کیا جائے۔

مولا تعالیٰ جزائے خیر دے فاضل نوجوان محب گرامی زید مجدہ کو جنھوں نے جدید انداز و اسلوب میں سنجیدگی کے ساتھ دلائل کی روشنی میں "افتراق بین المسلمین" کے اسباب کو اجاگر کر کے ہزاروں حق پسند حضرات کی آرزو کی تکمیل فرمائی۔ مولانا مصنف عالمِ اسلام کی مشہور درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں شعبۂ دینیات کے استاذ اور اسی ادارہ کے دینی، علمی، روحانی اور اخلاقی ترجمان "ماہ نامہ اشرفیہ" کے مدیر اعلیٰ ہیں، ان کا علمی، دینی اور تجزیاتی ذوق زمانہ طالب علمی ہی سے رہا، یہی وجہ ہے کہ آج وہ اپنی جواں سالی کے باوجود ایک وسیع المطالعہ، بہترین انشا پرداز و سخن طراز کی حیثیت سے اہلِ علم میں معروف و مقبول ہیں۔ ان

کی تحریر میں اسلوب کی شگفتگی اور بیان کی سلاست ان کے نکھرے ہوئے ادبی ذوق کا بین ثبوت ہیں۔ ایک کثیر الاشاعت ماہ نامہ کے ایڈیٹر کی حیثیت سے صحافت کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ مختلف علمی ودینی موضوعات پر ان کی مطبوعہ تصانیف کی تعداد ایک درجن ہے اور دیگر مقالات اور غیر مطبوعہ کتب ان پر مستزاد ہیں۔

زیرِ تبصرہ کتاب "بر صغیر میں افتراق بین المسلمین کے اسباب" اسی سلسلۂ تصانیف کی ایک کڑی ہے۔ جس میں انھوں نے تلاش وتفحص، تحقیق وتدقیق اور عرق ریزی سے ان بنیادی اسباب اور اساسی علل کی نشان دہی کی ہے جو مذہبی وملی افتراق وانتشار کے لیے حقیقتِ ثابتہ ہے۔

عہدِ رسالت کے اس فیروز بخت معاشرہ میں کچھ ایسے نام نہاد مسلمان بھی داخل ہوگئے تھے جنھیں قرآنی پیرایۂ بیان میں منافقین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس آیت سے اندازہ ہوتا ہے کہ تفریق بین المسلمین کا آغاز عہدِ رسالت ہی سے ہو چکا تھا۔ (ملخصًا افتراق بین المسلمین، ص:34)

پھر افتراق امت سے متعلق مشہور حدیث پاک کی وضاحت اور اصولی گم راہ فرقوں کی نشان دہی میں ابو منصور تمیمی، قطب الاقطاب سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے اقوال پیش کیے ہیں۔ مواقف، شرحِ مواقف اور تاریخ المذاہب الاسلامیہ وغیرہ کتابوں کے حوالوں کے حوالے سے بنیادی گم راہ فرقوں اور ان کی شاخوں کا قدرے تفصیل سے ذکر کیا ہے، نیز بر صغیر میں پائے جانے والے نئے گم رہ فرقوں کے عقائد ونظریات کا تعارف کرایا ہے، جس میں قادیانیت، اہلِ قرآن، نیچیریت کے علاوہ وہابی فرقے کا خصوصی تعارف دلائل وشواہد کی روشنی میں پیش کیا ہے اور اخیر میں مصنف زید مجدہ نے اہلِ انصاف کو یوں مخاطب کیا ہے۔

یہ تھا تفریق بین المسلمین کے اسباب کا ایک مختصر جائزہ، اس تحریر پر سنجیدگی سے غور کریں، ان فتنہ پرور کے موانع کے ہوتے ہوئے امتِ مسلمہ کیسے متحد ہو سکتی ہے۔" (افتراق بین المسلمین، ص:64)

چند آخری باتیں:

حضرت مولانا مفتی آلِ مصطفیٰ مصباحی علیہ الرحمہ گوناگوں خوبیوں کی حامل شخصیت تھی، آپ کی ولادت باسعادت 27 اکتوبر 1971ء میں نیہال "شجنہ" میں ہوئی۔ آپ کے والد حضرت مولانا مفتی شہاب الدین اشرفی لطیفی علیہ الرحمہ اپنے عہد کی عظیم شخصیت تھی، آپ نے دعوت وتبلیغ، احقاقِ حق اور ابطالِ باطل میں قابلِ ذکر کارنامے انجام دیے۔ آپ ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری قدس سرہ کے خاص شاگرد تھے۔ حضرت مفتی شہاب الدین اشرفی نے درس وتدریس اور اصلاحِ معاشرہ کی یادگار خدمات انجام دیں۔ آپ سلسلۂ اشرفیہ کے نام ور بزرگ حضرت سید شاہ مفتی محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی سرکارِ کلاں کچھوچھوی قدس سرہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ نیز آپ کے والدِ گرامی اور حضرت مفتی آلِ مصطفیٰ مصباحی کے دادا جان حضرت مولانا منشی نجابت حسین صدیقی علیہ الرحمہ بھی اہم شخصیت تھی۔

حضرت مفتی آلِ مصطفیٰ مصباحی علیہ الرحمہ کے نانا حضرت علامہ شاہ قاضی ثمیر الدین بھی مرجع علما اور نام ور شخصیت تھی، آپ نے تعلیم وتربیت جون پور میں جامع معقول ومنقول حضرت علامہ شاہ ہدایت اللہ رام پوری قدس سرہ وغیرہ سے حاصل فرمائی۔

اس گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ آپ کے خاندان اور نیہال دونوں میں علم وفضل کی جلیل القدر شخصیات تھیں، گھر کا ماحول جب علمی اور ثقافتی ہوتا ہے تو نسلوں پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ حضرت مفتی آلِ مصطفیٰ مصباحی علیہ الرحمہ کی شخصیت بھی بآں فضل وکمال علم وعمل کی پیکر تھی۔ آپ کا خاص کمال یہ رہا کہ اشرفی رضوی شدید اختلافات کے دور میں بھی آپ کی فکر وشخصیت متوازن رہی۔ یہ سچ ہے کہ آپ اشرفی تھے مگر خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ اور خانقاہ رضویہ بریلی شریف میں آپ کا معیار ایک معتمد کی حیثیت سے قائم رہا۔

آپ نے 1990ء کے بعد سے 3 جنوری 2022 تک کا عہد قصبہ گھوسی ضلع مئو میں گزارا، اس طویل عرصے کو آپ نے عزت اور سرخروئی کے ساتھ مکمل فرمایا۔ آپ نے محلہ مدا پور برتی قصبہ گھوسی میں اپنا مکان بھی تعمیر کرا لیا تھا، اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ اس میں قیام پزیر بھی رہے، ابھی عمر ہی کیا تھی۔ خیر موت کا وقت طے شدہ ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾ (الاعراف، آیت:34)

ترجمہ: تو جب ان کا وعدہ آئے گا ایک گھڑی نہ پیچھے ہو نہ آگے۔

آپ کے وصال پر ملال کا ہر طرف غم ہے، آپ کے وارثین میں تین صاحب زادگان، ایک دختر نیک اختر اور اہلیہ محترمہ بھی ہیں۔ ہم دعا کرتے ہیں مولا تعالیٰ آپ کی خوب خوب مغفرت فرمائے، پس ماندگان کو صبر وشکر کی توفیق سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔ بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم

12 جمادی الثانی	از: مبارک حسین مصباحی
1443ھ	خادم التدریس والصحافۃ
16 جنوری 2022ء	جامعہ اشرفیہ مبارک پور

آئینۂ عالم

آخری قسط

عصرِ حاضر کا "دینِ ابراہیمی" اور عالمِ عرب کے بھٹکتے قدم

مهتاب پیامی

ابراہیمی مذہب کے فروغ کے لیے یو اے ای کے کراؤن پرنس اور ڈپٹی سپریم کمانڈر محمد بن زاید النہیان نے ابوظہبی میں "ابراہیمی فیملی ہاؤس" کی تعمیر بھی کرائی ہے۔ اور یہ کام بظاہر پوپ فرانسس اور امام احمد الطیب کے مشترکہ تاریخی دورے کی یاد میں، اور پرامن بقائے باہمی کی حالت اور انسانی بھائی چارے کے فروغ کے لیے اسرائیل کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کے ڈیڑھ سال پہلے ہی ہو چکا تھا۔ اس "ابراہیمی فیملی ہاؤس" میں ایک مسجد، ایک چرچ اور ایک سائناگوگ بن کر تیار ہے۔ اس فیملی ہاؤس کو 2022 میں عام لوگوں کے لیے کھول دیا جائے گا۔ اس فیملی ہاؤس کو بڑھاوا دینے میں مسجد سلطان بن زائد ابوظہبی کے امام وسیم یوسف بھی شامل ہیں، جب کہ کویت کے معروف عالم عثمان الخمیس اس کے سخت مخالف ہیں۔

مذہبِ ابراہیمی کا تنازعہ صرف الازہر کے شیخ احمد الطیب کی رائے کی وجہ سے نہیں ہے، دیگر سیاسی و مذہبی رہنما بھی اس تحریک کے سخت مخالف ہیں، عراقی رہنما مقتدیٰ الصدر نے بھی اس کی مخالفت کی ہے اور اپنے ٹویٹ میں دو ٹوک الفاظ میں کہا ہے کہ "اتحادِ مذاہب" دینِ اسلام سے الگ ہے ہی نہیں۔ **اسلام کو پس پشت ڈال کر اتحادِ مذاہب کی بات کرنا حماقت کے سوا کچھ بھی نہیں۔**

یو اے ای کے "ابراہیمی معاہدے" پر دستخط کرنے اور نئے مذہب کی بحث کے بعد امتِ مسلمہ کے با اثر علما شدت سے اس کا بائیکاٹ کر رہے ہیں، عالمی سطح پر منفرد شناخت کے حامل مشہور و معروف قلم کار طارق السویدان نے تو اس نئے مذہب کو توہین رسالت سے تعبیر کیا ہے۔ ایک اور قلم کار ڈاکٹر سامع عامری نے اپنے ٹویٹ میں کہا:

خذوا حذركم! "الإبراهيمية"، الدين الجديد الذي سيُروَّج له بكثافة في البلاد العربية في السنوات القادمة، دين يجمع التوحيد والتثليث، والقرآن والتلمود.. وإبراهيم عليه السلام منه براء .

"ابراہیمیت، ایک نیا مذہب ہے جو آنے والے دنوں میں عرب ممالک میں بڑے پیمانے پر فروغ پائے گا، یہ ایک ایسا مذہب ہے جو توحید اور تثلیث، قرآن اور تلمود کو یکجا کرتا ہے... اور ابراہیم علیہ السلام اس سے بری ہیں۔"

فروری 2020 میں انٹرنیشنل یونین آف مسلم اسکالرز، مسلم اسکالرز لیگ اور عرب مغرب لیگ نے ایک کانفرنس کا انعقاد کیا کہ جس کا عنوان تھا: "**ابراہیمی مذہب پر علمائے اسلام کا موقف**"

ہم ذیل میں اس کانفرنس کا اختتامیہ نقل کر رہے ہیں:

البيان الختامي لمؤتمر موقف الأمة الإسلامية من الديانة الإبراهيمية

الحمد لله وحده، وصلى الله وسلم وبارك على من لا نبي بعده، وبعد:

فإنَّه وبحمد الله وتوفيقه، وبتنظيم من الاتحاد العالمي لعلماء المسلمين، ورابطة علماءً المسلمين، ورابطة المغرب العربي- قد انعقد المؤتمر الدولي الأول حول موقف الأمة الإسلامية من الديانة الإبراهيمية، والذي شاركت فيه تسع عشرة دولة، وذلك يوم الأحد التاسع من شهر رجب عام ألف وأربع مائة واثنين وأربعين من الهجرة، الموافق للحادي والعشرين من فبراير عام ألفين وواحدٍ وعشرين من الميلاد، وبعد إلقاء كلمات متعددة حول هذه الديانة المخترعة، وما ارتبط بها من مخططات، فقد صدر عن علماء الأمة والروابط العلمية المشاركة البيان الآتي:

أولًا: إن القرآن الكريم هو أعظم كتابٍ احتفى بإبراهيم عليه السلام، وفي القرآن سورةٌ باسمه، وسور بأسماء آلِهِ، وبعض بَنِيهِ، والمسلمون مأمورون باتباع هَدْيه، وهَدْي سائر الأنبياء عليهم

الصلاة والسلام، قال تعالى: ﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ﴾ [الأنعام: 90].

ولذلك، فإن أَوْلَى الناس بإبراهيم عليه السلام هم أهل الإسلام والإيمان، قال سبحانه: ﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [آل عمران: 68].

ثانيًا: إن علماء المسلمين مع التعاون الإنساني، والتعايش القائم على الحرية والعدل، وعدم ازدراء الأديان أو الأنبياء، ومع الحوار الإنساني لبناء المجتمعات، ولكنهم يقفون متحدين ضد تحريف الإسلام، وتشويه الأنبياء عليهم الصلاة والسلام، وهذا هو دين المسلمين.

قال سبحانه: ﴿ قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ [الأنعام: 161].

ثالثًا: إن أساس فكرة الدين الإبراهيمي يقوم على المشترك بين عقيدة الإسلام وغيره من العقائد- وهي فكرة باطلة؛ إذ الإسلام إنما يقوم على التوحيد والوحدانية، وإفراد الله تعالى بالعبادة، بينما الشرائع المحرفة قد دخلها الشرك، وخالطتها الوثنية، والتوحيد والشرك ضدان لا يجتمعان. والزعم بأن إبراهيم عليه السلام على دين جامع للإسلام واليهودية والنصرانية- زعم باطل، ومعتقد فاسد، قال سبحانه: ﴿ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ [آل عمران: 67].

رابعًا: إن السعي لدعم «اتفاقات إبراهام» للتطبيع والتَّركيع عَبْر تسويقٍ لدينٍ جديدٍ يؤازر التطبيع السياسي هو أمر مرفوض شكلًا وموضوعًا، وأصلًا وفرعًا؛ ذلك أن الأمة المسلمة لم تقبل بالتطبيع السياسي منذ بدأ أواخر السبعينيات من القرن الميلادي الفائت، ولن تقبل اليوم من باب أَوْلَى بمشاريع التطبيع الديني، وتحريف المعتقدات، وقد قال تعالى: ﴿ أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ﴾ [آل عمران: 83].

خامسًا: إن طاعة أعداء الملَّة والدين في أمر الدين المبتدع، والقبول به، والدعوة إليه- خروج من ملَّة الإسلام الخاتم الناسخ لكل شريعةٍ سبقته، ولن يفلح قوم دخلوا في هذا الكفر الصُّراح!

قال سبحانه: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ﴾ [آل عمران: 100]. وقال جلَّ وعلا: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنقَلِبُوا خَاسِرِينَ﴾ [آل عمران: 149].

سادسًا: على الأمة أن تعي أن أوهام السلام إنما يُردِّدها اليهود أنفسهم، وقد صرح رئيس وزرائهم في 28 يونيو 2020م في مؤتمر جمعية «مسيحيون موحَّدون من أجل إسرائيل» بأن اتفاقية صفقة القرن قد قوَّضت ما أطلق عليه: «أوهام حلِّ الدولتين»، كما أن وزير خارجية أمريكا الحالي قد قال في الكونجرس في يناير 2020م: «إن الحل الأمثل للنزاع هو التعايش السلمي، وتماهي الطرفين مع بعضهما بعد إنهاء أسباب الخلاف!».

وعلى رأس ذلك العقيدة الإسلامية بطبيعة الحال، قال الله تعالى: ﴿ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ﴾ [البقرة: 109].

سابعًا: يحذر العلماء الحكومات الإسلامية من الاستجابة لهذه الدعوات المغرضة؛ لما تُمثِّله من عدوانٍ سافرٍ على عقيدة شعوبها، وضربٍ للثقة التي منحتها الشعوب لحكوماتها، وإشعال لنار الخلاف والفتنة بين المسلمين، مما يؤدي إلى إضعاف أمة الإسلام، وتمكين عدوِّها منها، كما قال تعالى: ﴿ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ. يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (8) هُوَ الَّذِي

أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (9)﴾ [الصف: 7 – 9].

ثامنًا: يجب على مسئولي وزارات التعليم والإعلام في العالم العربي والإسلامي الكف عن العبث بمناهج تعليم الإسلام، وتقديمه من خلال القرآن والسُّنة، والتأكيد على ثوابت العقيدة والشريعة، وتحصين الناشئة من الانحرافات والشبهات الفكرية والعقدية، فالشباب أمانة بين أيديكم وفي أعناقكم، وسوف تسألون عنها يوم القيامة.

قال تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [الأنفال: 27].

تاسعًا: يدعو المؤتمرون العلماء، وطَلَبة العلم، والدعاة، وسائر المُفكِّرين والكُتَّاب المسلمين للقيام بواجبهم نحو دينهم، ومواجهة فتنة تبديل الدين، وتوعية الأمة بهذا الخطر الداهم، وتحرير المقالات، والكتب، وإقامة الندوات، والمحاضرات، والخطب التي تشرح عقيدة التوحيد، وتُبيِّن ما يناقضها، وتحذر من فتنة هذه البدعة الضالة، وأنه ليس هناك من إكراه أو تأويل في قبول هذا الباطل. قال تعالى: ﴿ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ﴾ [البقرة: 191].

قال سبحانه: ﴿ وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ [الكهف: 29].

عاشرًا: ينادي العلماء المشاركون في هذا المؤتمر إلى تشكيل هيئةٍ مشتركةٍ من الروابط والهيئات العلمية على مستوى الأمة تقوم بواجب إصدار البيانات والرسائل حول الشُّبهات والعقائد الدخيلة على الأمة الإسلامية، وحراسة الثوابت ومحكمات الإسلام، و يكون لها مؤتمر سنوي جامع يتم عقده في شهر رجب من كل عام هجري.

واللهَ تعالى نسأل أن ينصر من نصر الدين، وأن يعز عباده المسلمين بعز الإسلام، إنه ولي ذلك والقادر عليه، وصلى الله وسلم وبارك على نبينا محمد، وآله وصحبه أجمعين. وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين. مساء يوم الأحد

9/ 7/ 1442هـ – 21/ 2/ 2021م

ترجمہ: دین ابراہیمی پر امت اسلامیہ کا موقف– کانفرنس کا اختتامی بیان۔

حمد و ثنا صرف اللہ کے لیے ہے، اور ان پر اللہ کی سلامتی اور برکتیں نازل ہوں جن کے بعد کوئی نبی نہیں، اور نہ ان کے بعد:

اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے، انٹرنیشنل یونین آف مسلم اسکالرز، مسلم اسکالرز لیگ، اور عرب مغرب لیگ کے اشتراک سے –9 رجب 1442ھ/21 فروری 2021 بروز اتوار "ابراہیمی مذہب پر ملت اسلامیہ کا موقف" کے عنوان سے پہلی بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں انیس ممالک کے مندوبین نے شرکت کی، اس کانفرنس میں عنوان کے حوالے سے کافی باتیں کہی گئیں۔ نو ایجاد شدہ مذہب کے متعلق ہمارے علما اور مفکرین نے درج ذیل بیان جاری کیا:

1– قرآن وہ عظیم ترین کتاب ہے جس نے ابراہیم علیہ السلام کو اعزاز عطا کیا، قرآن میں ان کے نام پر ایک سورہ بھی ہے، اور بہت سورتوں میں ان کی آل اور بعض اولادوں کا ذکرِ جمیل بھی ہے، مسلمانوں کو ان کی راہِ عمل اور تمام انبیا کی راہِ ہدایت پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تو تم ان ہی کی راہ چلو، تم فرماؤ میں قرآن پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کو۔[الأنعام:90]

لہٰذا ابراہیم علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو اسلام اور ایمان والے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: "بے شک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ حق دار وہ تھے جو ان کے پیرو ہوئے اور یہ نبی اور ایمان والے اور ایمان والوں کا والی اللہ ہے۔" [آل عمران:68].

2– علمائے اسلام انسانی تعاون، آزادی اور انصاف پر مبنی بقائے باہمی کے ساتھ ہیں، مذاہب یا انبیا کی توہین کے ساتھ نہیں، یہ معاشرتی تعمیر کے حامی اور دینِ اسلام اور انبیا علیہم السلام کی تعلیمات میں تحریف کے خلاف متحد ہیں۔ اور یہی مسلمانوں کا دین ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تم فرماؤ بے شک مجھے میرے رب نے سیدھی راہ دکھائی ٹھیک دین ابراہیم کی ملت جو ہر باطل سے جدا تھے اور مشرک نہ تھے۔" [الأنعام:161]

3–ابراہیمی مذہب کی بنیاد اسلام اور دیگر عقائد کے درمیان مشترکات پر تصور کرنا غلط ہے کیوں کہ اسلام کی بنیاد توحید اور وحدانیت پر ہے، اور اسلام میں اللہ واحد کی عبادت کی جاتی ہے، جب کہ تحریف شدہ قوانین شرک میں داخل ہیں، اور توحید اور شرک دو ایسے متضاد ہیں جن کو یکجا نہیں کیا جاسکتا۔

اور یہ دعویٰ کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسلام، یہودیت اور عیسائیت کو یکجا کرنے والے مذہب کی پیروی کی ہے، جھوٹا دعویٰ اور فاسد عقیدہ ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ ہر باطل سے جدا مسلمان تھے اور مشرکوں سے نہ تھے۔[آل عمران:67].

4–مارکیٹنگ اور سیاست کے ذریعہ ابراہیمی مذہب کو معمول پر لانے کا یہ طریقۂ کار غلط ہے، یہ ہر پہلو سے مسلمانوں کے لیے ناقابلِ قبول ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلم قوم نے پچھلی صدی عیسوی کی ستر کی دہائی کے اواخر سے لے کر اب تک سیاسی معمولات کو قبول نہیں کیا ہے اور آج بھی وہ مذہبی عقائد کو بگاڑنے کے منصوبے قبول نہیں کرے گی، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "تو کیا اللہ کے دین کے سوا دوسرا دین چاہتے ہیں۔؟[آل عمران:83]۔

5–اس بدعت میں عقیدہ و مذہب کے دشمنوں کی اطاعت قبول کرنا اور اس کی طرف دعوت دینا، عقیدہ اسلام سے خارج ہونے کے مترادف ہے اور جو لوگ اس کھلے کفر میں داخل ہو گئے وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”اے ایمان والو اگر تم کچھ کتابیوں کے کہے پر چلے تو وہ تمھارے ایمان کے بعد تمھیں کافر کر چھوڑیں گے“ (آلِ عمران:100)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اے ایمان والو اگر تم کافروں کی اطاعت کرو گے تو وہ تمھیں الٹے پاؤں پھیر دیں گے اور تم خسارے میں پڑ جاؤ گے۔“ (آلِ عمران:149)

6–قوم کو آگاہ ہونا چاہیے کہ امن کا بھرم توڑنے والے خود یہودی خو ہیں، اسرائیلی وزیر اعظم نے 28 جون 2020 کو ”یونائیٹڈ کرسچن فار اسرائیل ایسوسی ایشن“ کی ایک کانفرنس میں کہا تھا کہ آپسی نا اتفاقیوں نے انھیں گذشتہ صدی میں کیا کیا نقصانات پہنچائے۔ انھوں نے دو ریاستی حل کا نظریہ پیش کیا۔ امریکی وزیر خارجہ نے جنوری 2020 میں کانگریس میں کہا: "تنازعہ کا بہترین حل پر امن بقاے باہمی ہے، اور دونوں فریق اسباب تنازعہ کو ختم کرنے کے بعد ایک دوسرے کے لیے مفید ہو سکتے ہیں۔

اسلامی عقیدہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”بہت کتابیوں نے چاہا کاش تمھیں ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں اپنے دلوں کی جلن سے، بعد اس کے کہ حق ان پر خوب ظاہر ہو چکا ہے“۔[البقرۃ:109]

7–علما نے اسلامی حکومتوں کو ان یہود و نصاریٰ کی بدنیتی پر مبنی تبلیغ کے دامِ فریب میں آنے سے خبردار کیا ہے۔ کیوں کہ ان کا نظریہ اسلامی عقائد کے خلاف ایک صریح جارحیت کی نمائندگی کرتا ہے، ایسا نہ ہو کہ قومِ مسلم نے اپنے حکمرانوں پر جو اعتماد کیا ہے اس کو ٹھیس پہنچے، اور مسلمانوں کے درمیان انتشار کی آگ بھڑک اٹھے اور ملت اسلامیہ سیاسی و مذہبی کمزوری کا شکار ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالاں کہ اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور ظالم لوگوں کو اللہ راہ نہیں دیتا، چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے بُرا مانیں کافر، وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچّے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے، پڑے بُرا مانیں مشرک۔“[الصف:7-9]

8–عرب اور اسلامی دنیا میں تعلیم اور اطلاعات کی وزارتوں کے عہدے داران کو چاہیے کہ وہ اسلامی تعلیمی نصاب کے ساتھ چھیڑ چھاڑ بند کریں، اسے قرآن و سنت کے مطابق پیش کریں، ایمان اور شریعت کی مستقل اہمیت پر زور دیں، اور نوجوانوں کو انحرافات، فکری اور نظریاتی شکوک و شبہات سے بچانے کا سامان فراہم کریں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے دغا نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں دانستہ خیانت“۔[الأنفال:27]

9–ہم کانفرنس میں شریک علماے کرام، طلبہ، مبلغین، مفکرین اور مصنفین سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے مذہب کے تئیں اپنا فرض ادا کریں، تبدیلیِ مذہب کی بین الاقوامی سازشوں کا جی جان سے مقابلہ کریں، آنے والے خطرے کے بارے میں قوم کو بیدار کریں۔ دینی بیداری کے لیے مقالات اور کتابیں، سیمینارز، لیکچرز اور سمپوزیم کا انعقاد کریں، عقیدۂ توحید کی روشن وضاحتیں کریں۔ جو اس فتنہ کے مخالف ہیں، اس کو واضح کرتے ہیں، اور اس گمراہ کن بدعت کے فتنے سے خبردار کرتے ہیں، اور یہ کہ اس باطل کو قبول کرنے کے لیے کوئی جبر یا تاویل نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور فتنہ قتل سے بھی بدتر ہے۔“ (البقرۃ:191)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "اور اپنے رب کی طرف سے سچ بولو، پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر کرے۔" (الکہف:29)

10- ہم اس کانفرنس میں شریک علمائے کرام قومی سطح پر سائنسی انجمنوں اور اداروں کی ایک مشترکہ باڈی تشکیل دینے کا مطالبہ کرتے ہیں جو ملت اسلامیہ کے لیے اجنبی شکوک و شبہات اور عقائد کے سلسلے بیانات اور پیغامات جاری کرے اور اس کے حفاظت کرے۔ نیز ہر سال ماہِ رجب میں ایک جامع سالانہ کانفرنس کا انعقاد کرے۔

اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ دین کی مدد کرنے والوں کو فتح عطا فرمائے، اور اپنے مسلمان بندوں کو اسلام کی شان سے نوازے، کیوں کہ وہی اس کا نگہبان اور اس پر قادر ہے۔"

آج یہ صورت حال ہے کہ دشمنان اسلام کی سازشوں کے نتیجے میں عالم اسلام فتنوں کی آماجگاہ بن کر رہ گیا ہے۔ اسلام کے نام پر فتنوں کی ایک شورش برپا ہے۔ یورپ سے درآمد شدہ نام نہاد دانشور مسلمانوں کے ایمان کو ختم یا کمزور کرنے کے لیے آئے دن "نئی تحقیق" اور "جدید ریسرچ" کے نعرے بلند کر رہے ہیں۔ قلمی جولانیاں، زبان کی سلاست وروانی، چرب لسانی کے ذریعے اذہان و عقول کو متاثر کر کے احکام دین سے باغی کرنا ان کے فرائض منصبی میں داخل ہے۔ اُن سے اور کچھ نہ بن پڑے تو اچھے بھلے مسلمان کو اس کے عقائد و افکار کے حوالے سے شک میں تو ڈال ہی دیتے ہیں۔ اور یہ سب اِس وجہ سے ہے کہ ہم مسلمانوں نے اپنے خالق سے بے پروائی اختیار کرلی ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان عالی شان ہے: جو ہماری یاد سے منہ موڑے گا اس کی زندگی تنگ ہوجائے گی۔ آج ہماری پستی وذلت کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ ہم نے اپنے خالق کائنات سے روگردانی کررکھی ہے۔

فتنوں کی اِس بھرمار میں سب سے خطرناک ایمان سوز فتنے ہیں؛ کیوں کہ کسی بھی مسلمان کے لیے سب سے قیمتی چیز ایمان ہے، جب متاعِ ایمان ہی لٹ جائے تو دنیا وآخرت کی ساری بھلائیاں گویا چھن گئیں۔ دین وایمان کی حفاظت کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے نونہالوں کو عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ ضروریاتِ اسلام کی پختہ تعلیم سے بھی آراستہ کریں، آج کی دنیا کے تقاضوں سے ہم آہنگی کے لیے عصری ودینی دونوں تعلیم ضروری ہے، صرف کے اختیار اور دوسرے دور ہو جانے میں کسی نہ کسی کے زیاں کا خطرہ بہر حال موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمام مسلمانوں کے ایمان واعمال کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔ **

(ص:24 کا بقیہ)... مولی تعالیٰ حضور شیخ طریقت علیہ الرحمۃ کی خدمات دینی کو قبول فرمائے اور آپ کے اس دینی وتبلیغی مشن کو آپ کے صاحبزادگان کے ذریعے سے دنیا بھر میں عام وتام فرمائے۔

ایک کرامت: حضور شیخ طریقت علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ جائس سے احمد آباد کے سفر پر تشریف لے گئے جب ٹرین اجمیر اسٹیشن پر پہنچی تو آپ نے اپنے خادم خاص برادر طریقت مولانا محمد عرفان اشرفی ناگوری سے فرمایا کہ مولانا اپنا ہینڈ بیگ اٹھاؤ اور باقی سامان یہیں پر چھوڑ دو تو مولانا نے عرض کیا کہ حضور گاڑی تو یہاں صرف 5 منٹ رکتی ہے۔ آپ نے فرمایا چلو جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ حسب ارشاد مولانا نے ہینڈ بیگ اٹھایا اور اسٹیشن سے باہر آئے اسٹیشن سے باہر ایک رکشہ والا رکشہ لیے کھڑا تھا گویا کہ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ آپ ہی کا انتظار کر رہا ہے۔ آپ اس رکشہ میں سوار ہوئے اور پھر وہاں سے بارگاہ سرکار غریب نواز علیہ الرحمۃ میں حاضری کے لیے تشریف لائے رکشہ والے نے رکشہ بالکل درگاہ کے مین گیٹ کے سامنے لاکر روک دیا جب کہ وہاں درگاہ کے سامنے کسی بھی گاڑی والے کو آنے کی اجازت نہیں ملتی جب درگاہ معلی اجمیر مقدس کے مین گیٹ کے سامنے آپ کا رکشہ پہنچا تو آگے مولانا سید مہدی میاں چشتی اپنے ہاتھوں میں ہار لیے کھڑے تھے، گویا کہ پہلے ہی سے حضرت کے آنے کی انہیں اطلاع مل چکی ہو، جب کہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ پھر حضرت نے مولانا سید مہدی میاں کے ساتھ آستانہ عالیہ پر حاضری دی اور وہاں سے واپس اسی رکشہ میں سوار ہو کر تشریف لے جانے لگے تو مہدی میاں نے عرض کیا کہ حضور قیام گاہ پر چل کر چائے ناشتہ ہو جائے تو آپ نے فرمایا کہ ابھی ہمیں اس کی اجازت نہیں، پھر کبھی انشاءاللہ اور پھر وہاں سے آپ اسٹیشن پر واپس آکر ٹرین میں سوار ہوئے تو ٹرین فوراً اگلے سفر کے لیے روانہ ہوگئی۔ مولا موصوف کا بیان ہے کہ اس دوران ہمیں تقریباً پون گھنٹہ وقت لگا۔

جس دن آپ کا وصال مبارک ہوا آپ نے نماز فجر ادا فرمائی اور کچھ دیر آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے، جب بیدار ہوئے تو آب زمزم نوش فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے وضو کرایا جائے، وضو فرما کر لیٹ گئے اور تھوڑی دیر کے بعد آپ نے اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ فرمایا۔ انااللہ وانااللہ راجعون۔

وصال مبارک: آپ کا وصال مبارک ،6/ شعبان المعظم 1433ھ مطابق 27/ جون 2012ء بروز بدھ صبح آٹھ بجے ہوا۔ نماز جنازہ آپ کے خلف الرشید حضرت مولانا سید محمد اشرف کلیم اشرفی الجیلانی نے پڑھائی اور آپ کو خانقاہ احمدیہ اشرفیہ جائس شریف ہی میں دفن کیا گیا۔ ❋

حجاب

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علماے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

اپریل 2022 کا عنوان — رمضان المبارک اور دینی مدارس
مئی 2022 کا عنوان — رمضان المبارک اور دینی مدارس

حجاب کے تعلق سے اہم اور فکر انگیز تحریریں

از: مفتی منظر حسن خاں اشرفی مصباحی

(1)- مسکان کا بہادرانہ کردار:

آج ملک کے مختلف حصوں میں عموماً اور کرناٹکا میں خصوصاً حجاب کو لے کر معاملہ شدت اختیار کرتا جا رہا ہے شدت پسند مسلم دشمن تنظیمیں ملک کی فضا کو زہر آلود کرنے کی ناپاک کوششیں کر رہی ہیں افسوس کی بات تو یہ ہے کہ جو حکومت عورتوں کے حقوق اور عزت و عظمت کا نعرہ لگا رہی تھی اسی کے دور میں اور اسی کی پارٹی کا جھنڈا اٹھانے والے افراد عورتوں کی عزت وعظمت کی دھجیاں اڑا رہے ہیں اور اس پر سخت کارروائی کے بجائے گندی سیاست کی جا رہی ہے۔ ستم بالاے ستم یہ کہ حجاب کے خلاف بھونکنے والے ملک کے ترنگے کی بھی سر عام توہین کر رہے ہیں جیسا کہ شیموگا یونیورسٹی میں ایک شدت پسند طالب علم نے ترنگے کو ہٹا کر اس کی جگہ بھگوا جھنڈا لگا دیا شرم آنی چاہیے ان سیاست دانوں اور میڈیا کے اینکروں کو جو دکھاوے کے لیے دیش سے محبت کا نعرہ لگاتے ہیں اور مسلمانوں کو تعصب و عناد کی وجہ سے ملک کا غدار کہتے ہیں۔ ایسی حرکات کو دیکھ کر اس کے خلاف کچھ بولنے کی ہمت نہ کر سکے اور ایسے موقع پر بہرے گونگے ہو گئے اسی لیے اس کو گودی میڈیا کہا جاتا ہے۔ ترنگا کی توہین کرنے والے پر دیش دروہی کا کیس درج کر کے سخت سزا دی جائے تا کہ کوئی دوسرے کو توہین کرنے کی ہمت نہ ہو سکے۔ حجاب کے خلاف بک بک کرنے والے ظالموں کو معلوم ہونا چاہیے مسلم خواتین کا حجاب کرنا ان کا اسلامی اور آئینی حق ہے ایسے دہشت گردوں اور شدت پسندوں کے چلانے سے کسی کا آئینی حق سلب نہیں ہو جائے گا ایسوں کی حرکات سے ملک کی بدنامی ہوتی ہے اس سے ملک کے امن وامان کو زبردست خطرہ ہے ایسے مطلبی لوگوں کی وجہ سے ملک تباہ و برباد ہو رہا ہے ملک معاشی و تعلیمی تنزلی کا شکار ہو رہا ہے ایسے ظالموں کے اوپر سخت قانونی کاروائی ہونی چاہیے۔ **مسکان کی بے باکی اور ہمت و استقلال سے کمزور وناتواں لوگوں کو اپنے حقوق کے لیے لڑنے اور جدوجہد کرنے کا حوصلہ ملتا ہے مسکان نے جے شری رام کا نعرہ لگا کر عورتوں کو ہراساں کرنے والے شدت پسندوں کے سامنے اللہ اکبر کی صدا بلند کر کے مسلم خواتین کے ساتھ قوم وملت کے غیور افراد کا سر فخر سے بلند کر دیا** مسکان کی ہمت نے بھگوا دھاریوں کو ناکام و نامراد کر دیا نیز مسکان کی بھگوا دھاریوں کے درمیان اللہ اکبر کی صدا نے پوری دنیا کو یہ پیغام دے دیا ہے کہ ہم جان تو دے سکتے ہیں مگر کبھی بھی اسلامی احکام پر آنچ نہیں آنے دیں گے مسکان کی ہمت و بے باکی کی تقلید کرتے ہوئے ہماری دیگر مسلم خواتین بھی اسلامی

دائرے میں رہتے ہوئے میدان عمل میں آکر حجاب ونقاب کی حمایت میں اپنی آواز بلند کریں ہم تمام مرد حضرات اپنے گھر کی خواتین کو پاپردہ شریعت کے دائرے میں رکھیں اور ہر موقع پر ہم سب دین کی حفاظت کے لیے کمربستہ رہیں خواہ اس کے لیے کسی بھی قربانی دینی پڑے ہم سب اسلامی احکام کے ساتھ اپنی ماں بہنوں کی حفاظت کے لیے تیار ہیں کوئی دہشت گرد ہم کو بزدل نہ سمجھے۔یاد رکھیں ہم سب کی قربانی کبھی ناکام نہیں ہوگی۔آج ضرورت ہے کہ تمام مسلمان شرعی وآئینی حقوق کی حصول یابی کے لیے متحد ہوکر جدوجہد کریں اور جہاں کہیں بھی بھگوا دھاری ظلم وتشدد اور دہشت گردی کریں آپ ان کے مقابل میں آئین کے اندر رہتے ہوئے ڈٹ جائیں اس سے ان ظالموں کی حوصلہ شکنی ہوگی ملک کی فضا خراب ہونے سے بچ جائے گی۔آج سیاسی پارٹیوں کو ملک کی تعمیر وترقی اور امن وامان سے کوئی لینا دینا نہیں ہے ان کو صرف اپنی کرسی بچانے کی فکر ہوتی ہے خواہ اس کے لیے ملک کے اندر کچھ بھی کرنا پڑے میری سیاسی افراد کے ساتھ وکلا اور جج حضرات سے اپیل ہے کہ ملک کی محبت میں آگے آئیں اور ایسے ملک دشمن عناصر کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بن جائیں اسی میں آپ کا اور ہمارے عزیز ملک کا فائدہ ہے۔

(2)-گورنر محمد عارف خاں کے بیان پر سخت ردعمل:

آج کل ہر جگہ حجاب کو لے کر گرما گرم بحث ہو رہی ہے، اس مسئلہ کو کچھ لوگوں نے اپنی سیاسی روزی روٹی کا مسئلہ بنایا ہے، اس مسئلہ پر کچھ اپنے کو سیکولر کہنے والے مسلمان بھی بیان دے کر اپنے سیاسی رہنما کی شاباشی لینے کی کوشش کر رہے ہیں، حالاں کہ ان کو ایسے مسئلہ پر بات کرنے سے پہلے اسلامی تعلیمات سے خود کو آراستہ کر لینا چاہیے تاکہ درست طریقے سے بات رکھ سکیں، مگر کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ ہر جگہ بولنا ضروری سمجھتے ہیں، اگرچہ ان کو اس کی معلومات نہ ہو، انھیں میں سے کیرل کے گورنر عارف محمد خان صاحب بھی ہیں، پردہ کے متعلق ان کا بیان بھی میڈیا چینل پر نشر ہو رہا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ عارف محمد خان صاحب کا کہنا ہے کہ آپ پہلے قرآنی آیات مع تفسیر واحادیث نبویہ اور صحابیات کے عمل کا علم اس سلسلے میں حاصل کریں، اس کے بعد آپ کچھ بولیں، صرف سن کر یا سرکاری طور پر جانکاری لے کر دینی مسئلے پر رائے ہرگز نہ دیا کریں، اس سے آپ کی کم علمی واضح ہوگی، جیسا کہ اس مسئلہ پر آپ نے واضح کیا ہے، قرآن و حدیث میں جب بلا وجہ عورتوں کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے تو بے پردہ چہرہ کھول کر نکلنے کی اجازت کیسے ہوگی۔جیسا کہ صاف اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجٰهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى.(پ:22، سورہ احزاب)

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ ہو جیسی اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔یعنی زمانہ جہالت کی طرح اپنی نمائش نہ کرو۔

دوسری آیت ہے: وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (پ:22، سورہ احزاب)

اور جب تم نبی کی ازواج (مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔

تیسری آیت ہے: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ.
(پ:22، سورہ احزاب)

اے نبی، اپنی بیبیوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو یہ حکم دیں کہ وہ (گھروں سے نکلتے وقت) اپنی چادروں کا کچھ حصہ (آنچل، پلو یا گھونگھٹ) اپنے چہروں پر لٹکائے رہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"امر الله نساء المؤمنين إذا خرجن من بيوتهن في حاج ان يغطين وجوههن من فوق رؤسهن بالجلابيب و يبدين عينا واحد.

اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ضرورت کی بنا پر اپنے گھروں سے نکلیں تو اپنی چادروں سے سر کو اور چہرے کو اس طرح ڈھانپ لیں کہ فقط ایک آنکھ کھلی رہے۔(جامع البیان)

اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو شروع دور میں چہرے اور ہاتھوں کے سوا تمام جسم کے ستر کا حکم دیا گیا تھا، اس آیت میں اس سے زائد حکم بیان کیا گیا ہے کہ وہ اجنبی مردوں کے سامنے اپنے چہروں کو بھی ڈھانپ کر رکھیں، بے پردہ نہ رہیں۔

چوتھی آیت ہے: وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا

مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۔
(پارہ:18، سورہ نور)

آپ مسلمان عورتوں سے فرما دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عفت کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس چیز کے جو ان سے خود ظاہر ہو اور اپنے سروں پر اوڑھے ہوئے دوپٹوں کے آنچل اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں ہے:

يغطين وجوههن وابدانهن اذا برزن لحاجب.

جب عورتیں کسی کام سے باہر نکلیں تو اپنے چہرے اور بدن کو ڈھانپ لیں۔(انوار التنزیل علیٰ ہامش الخفاجی)

زمانہ رسالت مآب ﷺ سے لے کر آج تک نیک خواتینِ اسلام کا اسی پر عمل رہا ہے کہ وہ جب بھی ضرورت کے وقت گھر سے باہر نکلتیں تو اپنے چہروں کو ڈھانپ لیتیں تاکہ کوئی غیر ان کا چہرہ نہ دیکھ سکے، جیسا کہ علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے فرمایا ہے:

"استمرار العمل على جواز خروج النساء إلى المساجد والاسواق والاسفار مغتبات لئلا يراهن الرجال."(فتح الباری)

عورتیں، مساجد، بازار اور سفروں میں ہمیشہ نقاب پہن کر جایا کرتی تھیں، تاکہ ان کو مرد نہ دیکھیں۔

حدیث پاک میں ہے کہ اللہ پاک کی لعنت ہو (بخوشی بلاوجہ) دیکھنے والے پر اور جس کی طرف دیکھا جائے (بلاوجہ شرعی) اس پر۔
(مشکوٰۃ المصابیح)

ایک صحابیہ حضرت امِ خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے چہرے پر نقاب ڈالے بارگاہِ رسول ﷺ میں حاضر ہوئیں، اپنے شہید ہونے والے فرزند کی معلومات حاصل کرنے کی غرض سے کسی نے اس سے کہا، ایسی مصیبت و پریشانی میں بھی آپ چہرے پر نقاب ڈال کر آئی ہیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اگر میرا بیٹا جاتا رہا تو کیا ہوا، میری حیا تو نہیں گئی۔(ابوداؤد)

مذہبِ اسلام میں نابینا سے بھی پردہ کرنے کا حکم ہے جیسا کہ حضرت امِ سلمہ اور میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو رسول اللہ ﷺ نے نابینا صحابی ابن ام مکتوم سے پردہ کرنے کا حکم دیا۔

مذکورہ بالا آیات اور تفسیر و احادیث مبارکہ سے ہر ذی ہوش صاحبِ ایمان غیر متعصب کو یقین کامل ہو جائے گا کہ مذہب اسلام میں حجاب کے حکم میں چہرے کا پردہ بھی شامل ہے، کسی کے نزدیک بھی ایسے پر فتن حالات میں چہرے کو کھولنے کی اجازت نہیں ہے، کیوں کہ یہاں تو قدم قدم پر فتنہ ہی فتنہ ہے، جو ایسے حالات میں بھی چہرے کے پردہ کو حجاب سے الگ سمجھ رہے ہیں، وہ اسلامی تعلیمات کے ساتھ روحِ اسلام سے بھی نابلد ہیں، جن کو اس سلسلے میں کچھ شبہ ہو اور وہ اس موضوع پر بات کرنا چاہتے ہیں تو اس فقیر سے بات کر سکتے ہیں۔

میری تمام مسلم خواتین سے گذارش ہے کہ پردے کا اہتمام کریں، خواہ اس کے لیے کچھ بھی ہو جائے۔ ہمارے ملک کا آئین ہم کو اپنے مذہب پر عمل کی اجازت دیتا ہے، اور یہ جمہوری ملک ہے یہاں ہر ایک کو اپنے مذہب کے مطابق رہنے اور زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے، عدالت بھی کسی سے اس کا مذہبی حق نہیں چھین سکتی ہے، فیصلہ کرتے وقت جج حضرات کو آئین کے ساتھ حالات کو بھی نگاہ میں رکھنا چاہیے تاکہ فیصلہ کا غلط اثر نہ پڑے، اس پر فتن دور میں جب کم عمر بچیوں کی عزت محفوظ نہیں ہے چہ جائے کہ جوانوں کی عزت و عفت کی کوئی گارنٹی لے۔

آج کے دور میں بزرگوں کے نام پر لنگر کرنے کے بجائے ان کے ناموں پر اسکول و کالیج بنایا جائے عاشقان بزرگان دین اس پر توجہ دیں۔

(3)—اہلِ خیر حضرات کو جگہ جگہ اسکول اور کالج بنانا چاہیے:

آج کل جو حالات بنائے جا رہے ہیں ملک کے اندر اسے دیکھ کر لگتا ہے کہ ملک میں امن و امان کو زبردست خطرہ ہے اپنے کو ملک کا وفادار کہنے والے ہی اس کے دشمن نظر آ رہے ہیں جو اچھی بات نہیں ہے خاص کر کے اسلامی معاملات کے ساتھ پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات اقدس کو بھی نشانہ بنایا جا رہا ہے جس کو کوئی بھی مسلمان کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتا ہے ایسا جب بھی کوئی معاملہ آتا ہے ہم سب احتجاج کرتے ہیں پھر چپ چاپ بیٹھ جاتے ہیں اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ رسما احتجاج کرنے کے بعد خاموش ہو جانے سے ایسا مسئلہ ختم نہیں ہو گا ایسے معاملات کو ختم کرنے کے لیے ہم سب کو پختہ قانونی عمل کرنا ہو گا صرف شور و غل نہیں اور ایسے ظالموں و دہشت گردوں کو کیفر کردار تک پہنچانا ہو گا ابھی حال ہی میں کرناٹک میں حجاب کو لے کر ماحول خراب کیا گیا ہے جس کا اثر پورے ملک میں محسوس کیا جا رہا ہے جگہ جگہ مسلمان اور ملک کے امن پسند حضرات حجاب کی حمایت

میں احتجاج کر رہے ہیں اور ان کا احتجاج کرنا آئینی حق بھی ہے مگر اس احتجاج کا فائدہ اسی وقت ہوگا جب ہم اس کا حل تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں جن اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں میں اسلامی لباس پر پابندی لگانے کی بات ہو اور اسلامی تعلیمات کے خلاف آوازیں اٹھائی جائیں اس کا مکمل بائیکاٹ کریں اس کے خلاف قانونی کاروائی کریں اور اس وقت تک کوشش میں لگے رہیں جب تک اس کا قابل قبول حل نہ نکل جائے۔ایسے لوگ ملک کے آئین کے غدار اور امن کے دشمن ہیں۔

آج ہم اپنے بزرگوں کے نام پر اپنی حیثیت کے مطابق لنگر بنواتے ہیں لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں ان کے ناموں پر خرچ کرتے ہیں میری ان تمام بزرگوں کے عقیدت مندوں سے پر خلوص دست بستہ گذارش ہے کہ آپ ان کے ناموں پر ضرور لنگر بنوائیں مگر آج کے دور میں بڑا لنگر یہ ہے کہ ہم ان کے ناموں پر اسکول، کالج، اسپتال اور یونیورسٹیاں بنوائیں۔اس میں ہمارے بچے اور بچیوں کی تعلیمات اسلامی تہذیب و تمدن کے اندر ہوگی اور کسی کو ہمت و جرات اسلامی لباس اور اس کے اصول و ضوابط پر اعتراض کرنے کی نہیں ہوگی۔ چند اصحاب خیر سرمایہ دار اس جانب توجہ دے دیں تو سارا معاملہ جلد حل ہو جائے گا ہمارے بچے اور بچیوں کو تعلیم و تربیت کے لیے کسی اور کے ادارے میں جانے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔

جب مسلمان اپنا اسکول و کالج اور شادی ہال وغیرہ بنا لے گا تو مخالفین خود ناکام ہو جائیں گے ورنہ صرف شور و غل سے وقتی فائدہ تو اٹھایا جا سکتا ہے دیرپا فائدہ بہت مشکل ہے۔آج بزرگوں کے عاشقوں کی کوئی کمی نہیں ہے اور ہر ایک اپنی حیثیت کے مطابق لنگر وغیرہ پر خرچ بھی کرتے ہیں مگر اس کا خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا ہے کیونکہ ہم صرف کھانا اور کھلانا چاہتے ہیں ہماری نگاہوں میں تعلیمی و رفاہی اداروں کی تعمیر کا خیال تک نہیں ہوتا ہے اب ضرورت ہے کہ ہم سب مسلم سرمایہ داروں کی توجہ اس جانب مبذول کرائیں جمعہ میں اس کے متعلق خطابات کیے جائیں لوگوں کے اندر بیداری پیدا کی جائے اگر سرمایہ دار ایسے کار خیر کی طرف توجہ دے دیں اور اسکول و کالج وغیرہ کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہو گیا تو آہستہ آہستہ بہت بڑا کام ہو جائیگا۔آپ یقین رکھیں اس طرح سے ہم اپنی اولاد کے عقائد کی حفاظت کر سکیں گے ان کو گمراہی سے بچا پائیں گے اور ان کو اسلام دشمن عناصر کے چنگل سے آزاد رکھ سکیں گے اس سے بڑھ کر اس دور میں بزرگوں کی بارگاہ کوئی عملی خراج عقیدت نہیں ہو سکتا ہے۔***

اسلامی پردہ اور حالیہ تنازع

از: مفتی محمد ساجد رضا مصباحی

ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے، جہاں ہر مذہب کے ماننے والوں کو اپنے اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کا بنیادی حق حاصل ہے، دستورِ ہند میں مذہبی آزادی کو بنیادی حقوق [Fundamental Rights] میں شمار کیا گیا ہے، لیکن یہاں کی اقلیتوں کے بنیادی حقوق کی جس طرح آئے دن پامالی ہوتی رہی ہے وہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔خاص طور سے مسلمانوں کے مذہبی شعائر میں دخل اندازی، چھیڑ چھاڑ اور ان کی تذلیل و تضحیک کے واقعات آئے دن رونما ہوتے رہتے ہیں اور یہ باور کرانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ہندستانی مسلمانوں کو اپنے مذہب کے مطابق نہیں بلکہ یہاں کی اکثریت کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنی پڑے گی۔ظلم و زیادتی کے الگ الگ طریقے اپنائے جاتے ہیں، کبھی ہجومی تشدد کے ذریعہ انھیں بے رحمی کے ساتھ قتل کیا جاتا ہے، کبھی ان کی عبادت گاہوں کو نقصان پہنچایا جاتا ہے، کبھی ان کی عبادات میں خلل اندازی کی جاتی ہے، کبھی تعلیم گاہوں میں ان کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جاتا ہے اور کبھی ان کی شہریت پر ہی سوالیہ نشان کھڑا کر دیا جاتا ہے، اگر کوئی غیرت مند ان کی زیادتیوں کے خلاف آواز اٹھاتا ہے تو اسے اسلامی تشدد پسند، کٹر پنتھی اور بنیاد پرست جیسے القاب کے ذریعہ بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، حکومتیں بھی اکثریت کی ان دست درازیوں پر مہر بہ لب نظر آتی ہیں، بسا اوقات تو پس پردہ سارا کھیل ہی حکومت سرپرستی میں چل رہا ہوتا ہے۔

ادھر کچھ ہفتوں سے اسلامی حجاب کا مسئلہ پورے ملک میں سرگرم ہے، جس کے سہارے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اشتعال

sajid.misbahi@gmail.com

انگیزی کا سلسلہ جاری ہے ، مسئلہ کرناٹک کے ایک اسکول میں مسلم طالبات کے حجاب پہننے کو لے کر شروع ہوا، چند ہی دنوں میں یہ مسئلہ میڈیا کا اہم موضوع بحث بن گیا، اسلام دشمن عناصر نے مسلمانوں کے خلاف دل کھول کر زہر افشانیاں کیں ، اسکولی طالبات کے حجاب کی آڑ میں پردے کے اسلامی قانون کا خوب مذاق اڑایا گیا اور اس حوالے سے بڑی بے تکی، جاہلانہ اور غیر دانش مندانہ باتیں کی گئیں، بعض نام نہاد مسلم اسکالرس بھی اس مسئلے میں حجاب مخالفین کے شانہ بشانہ نظر آئے اور پردے کے قانون کو بے اصل بتاتے ہوئے کہا کہ قرآن وحدیث میں اس طرح کے پردے کا کوئی حکم نہیں ہے ، اس لیے ہم اس مختصر تحریر میں قرآن وحدیث کی روشنی میں پردے کا حکم ، پردہ کی ضرورت واہمیت اور حالیہ تنازع کے پس منظر وپیش منظر پر روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے ۔

پردہ وحجاب اسلامی شعار کی حیثیت رکھتا ہے، اسلام سے قبل عورتیں بے پردہ رہا کرتی تھیں ، جس کی وجہ سے بے شمار فواحش معاشرے میں راہ پا چکے تھے ، عورتیں صرف خالص حیوانی لذت وشہوت کی تسکین کا ذریعہ سمجھی جاتی تھیں ، معاشرے میں ان کا کوئی مقام نہیں تھا، اسلام نے اسے پردہ وحجاب کے زیور سے آراستہ کرکے نہ صرف یہ کہ ان کی عزت وعصمت کی حفاظت فرمائی بلکہ انھیں عظمت وکردار کی بلندی بھی عطا کی۔

سورۃ الاحزاب میں اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے:

”وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى“ [الاحزاب:33]

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔

دوسرے مقام پر فرمایا گیا: ”يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ.“ [الاحزاب:59]

ترجمہ: اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں۔

سورۃ النور میں فرمایا گیا: ”وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ۔“

ترجمہ: اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں۔

ان تمام آیات میں مسلمان عورتوں کو واضح لفظوں میں پردے کا حکم دیا گیا ہے اور اس پر عمل درآمد کی سخت تاکید بھی کی گئی ہے، انھیں لازمی حکم دیا گیا ہے کہ بے پردہ نہ رہیں، اپنے جسم کو ڈھانک کر رکھیں، اپنی زینت وآرائش کی نمائش نہ کریں۔ یہی نہیں بلکہ انھیں اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کا بھی حکم دیا گیا، اسی کو اُن کی عزت وعصمت کی حفاظت کا وسیلہ اور شر پسند عناصر سے بچنے کا ذریعہ قرار دیا گیا۔

احادیث کریمہ میں بھی پردے کے ان قرآنی احکام کی تفصیل موجود ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ان اسلامی احکام کو اپنی معاشرتی زندگی میں برت کر دکھایا ہے۔

ام المومنین حضرت سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب قرآن مجید کی یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ [پ22، الاحزاب:59]

ترجمہ: اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحب زادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں۔

تو انصار کی خواتین سیاہ چادر اوڑھ کر گھروں سے نکلتیں، ان کو دور سے دیکھ کر یوں لگتا کہ ان کے سروں پر کوّے بیٹھے ہیں۔

[ابوداؤد، ص:645، حدیث:4101 ملخصا]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھیں ، اتنے میں حضرت ابن مکتوم آئے جو نابینا تھے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان سے پردہ کرو، حضرت ام سلمٰی نے عرض کیا: کیا یہ نابینا نہیں ہیں؟ نہ وہ ہمیں دیکھیں گے اور نہ ہمیں پہچانیں گے ، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دیا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم انھیں نہیں دیکھتی ہو؟

[ترمذی شریف، باب ماجاء فی احتجاب النساء من الرجال]

ابوداؤد شریف میں ہے: عن عائشه رضی الله عنها قالت او مأت امراءة من وراء ستر بیدها کتاب الی رسول الله' فقبض النبی ا یده' فقال ما ادری اید رجل

ام يد امرأة؟ قالت بل يد امرأة. قال: لوكنت امرأة لغيرت اظفارك يعني بالحناء. [ابوداؤد: ص:574، ج:2]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت کے ہاتھ میں پرچہ تھا، اس نے پرچہ دینے کے لیے پردہ کے پیچھے سے سرکار دوعالم ﷺ کی طرف ہاتھ بڑھایا، آپ نے ہاتھ روک لیا اور فرمایا کہ: نہ معلوم مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا؟ اس نے کہا کہ یہ عورت کا ہاتھ ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اگر تم عورت ہوتیں تو اپنے ناخنوں پر مہندی لگاتیں۔

ان تمام آیات واحادیث سے اسلام میں پردے کے حکم کی حقیقت اور اس کی اہمیت وافادیت نیز بے پردگی کے خطرناک اثرات پر روشنی پڑتی ہے، یہ باتیں صدیوں کی مسلمہ ہیں، یہاں اس گفتگو کی ضرورت اسی لیے پڑی کے حکومت اور پردہ مخالفین کا ایک طبقہ یہ ثابت کرنے پر بھی تلا ہوا ہے کہ حجاب اسلام کا حصہ نہیں ہے۔

یاد رہے کہ گزشتہ دنوں کرناٹک کے اڈوپی ضلع کے ایک گورنمنٹ کالج میں مسلم طالبات کو حجاب پہن کر اسکول میں داخلے سے روکا گیا، سوشل میڈیا میں اس کی ویڈیوز وائرل ہوتے ہی سنسنی پھیل گئی، بعد میں یہ ملکی پھر بین الاقوامی مسئلہ بن گیا، اس کے بعد ملک کی کئی دوسری ریاستوں میں بھی اس طرح کے نفرت انگیز واقعات رونما ہوئے، ملک کی پانچ ریاستوں میں انتخابات ہونے کی وجہ سے اس مسئلے کے سیاسی ہتھکنڈہ بننے میں بھی دیر نہیں لگی، حالاں کہ یہ کرناٹک کے ایک اسکول کا مسئلہ تھا، جس کو وہاں کی انتظامیہ کی کوششوں سے آسانی سے حل کیا جا سکتا تھا، لیکن جس طرح اس تنازع نے سنگین رُخ اختیار کیا اور ملک کے الگ الگ گوشوں سے بھگوا تنظیموں نے زہر افشانیاں شروع کر دیں وہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ کرناٹک کو ہندوتوا کی نئی تجربہ گاہ بنایا جا رہا ہے اور اس تنازع کو کرناٹک ودھان سبھا 2023ء اور لوک سبھا 2024ء کے انتخابات میں فتح کا گیٹ وے بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

ذہنوں میں کس قدر زہر بھرا جا رہا ہے اور کرناٹک کی مسلم طالبات کو کس طرح ہراساں کیا جا رہا ہے وہ آئے دن اس حوالے سے سوشل میڈیا پر آنے والی ویڈیوز سے ظاہر ہے، کرناٹک کی بہادر دوشیزہ مسکان کی جرأت وہمت کو کون بھلا سکتا ہے، ایک تنہا مسلم لڑکی کو سیکڑوں غنڈوں نے گھیر کر ہراساں کرنے کی کوشش کی اور ہر طرح ان کا راستہ روکنا چاہا، اور جس طرح اس تنہا لڑکی نے ہمت، حوصلہ اور جرأت سے کام لے کر حق کی آواز بلند کی وہ ہر لحاظ سے لائق تحسین ہے۔ لیکن یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ اس مسئلے کو ایک ملکی مسئلہ بنانے اور فاشسٹ طاقتوں کو تقویت پہنچانے میں ہمارے کچھ عجلت پسند سیاسی قائدین اور ہمیشہ سیاست کرنے والی "غیر سیاسی" جماعتوں نے اہم کردار ادا کیا، اس مسئلے کو قانونی طریقے سے حل کرنے کی بجائے جلوس و احتجاج اور اردو اخبارات میں جذباتی بیانات پر فوکس کیا گیا، ایک تنظیم نے تو مسکان کے لیے کئی لاکھ کے انعام کا اشتہار اخبارات میں چھپوا کر خوب سرخیاں بٹوریں، لیکن اس اقدام کے منفی اثرات کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا، حالاں کہ اس پورے تنازع کی اسکرپٹ لکھنے والے کا مقصد ہی یہی تھا کہ حجاب کے خلاف ہندو تنظیمیں متحد ہو جائیں اور ہندو مسلم منافرت پھیلانے کا ایک بڑا ایشو ہاتھ آ جائے جس کے اثرات حالیہ انتخابات کے ساتھ ساتھ آئندہ دو سالوں میں ہونے والے انتخابات میں بھی محسوس کیے جائیں، اب ان کا یہ مقصد پورا ہوتا نظر آ رہا ہے۔

افسوس کی بات ہے کہ آج مسلم سماج کی اکثر لڑکیاں بے پردہ اسکول اور کالج جاتی ہیں، پہلے برقع کا رواج تھا، اب اس کی جگہ حجاب اور اسکارف نے لے لیا ہے، کچھ لڑکیاں تو صرف گلے میں دوپٹہ ڈال لینا ہی کافی سمجھتی ہیں، مسلم لڑکیوں کی یہ بے راہ روی حجاب مخالفین کے لیے مخالفت کی دلیلیں فراہم کرتی ہیں۔ اب ہمیں خالص احتجاج اور بے جا بیان بازی کی بجائے کوشش کرنی ہوگی کہ مسلم خواتین اور دوشیزاؤں کو پردے کے احکام سے واقف کرایا جائے اور ان احکام پر عمل درآمد کی صورتیں پیدا کی جائیں، ورنہ اس مسئلے کا حال بھی ماضی کے مسلم مسائل کی طرح ہوگا، شاہ بانو کیس اور طلاق ثلاثہ کی نظیریں ہمارے سامنے ہیں۔

اس پورے تنازع کے ذریعہ مخالفین کو دوہرا فائدہ ہو رہا ہے، ایک طرف جہاں مسلمانوں کے خلاف یہاں کی اکثریت کو لام بند کرنے میں انھیں کام یابی مل رہی ہے اور ووٹ کا پولرائزیشن ہو رہا ہے، وہیں مسلم بچیوں کو تعلیم سے دور رکھ کر ایک پوری نسل کو تاریکی میں ڈھکیلنے کی ناپاک کوشش کی جا رہی ہے۔ ایسے میں مسلمانوں کے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ مختلف صوبے، اضلاع اور آبادیوں میں کثیر تعداد میں معیاری اور اعلیٰ عصری تعلیمی ادارے قائم کریں، جہاں مسلم بچیوں کو پورے تحفظ کے ساتھ باپردہ رہ کر تعلیم حاصل کرنے کی سہولتیں مہیا کی جائیں۔ یہ وقت کا جبری تقاضا ہے اور مسلم بچیوں کی روشن مستقبل کے لیے حد درجہ ضروری بھی۔

حجاب: حسن بھی، وقار بھی، نعرۂ تکبیر کی پکار بھی

حافظ محمد ہاشم قادری

ہمارا ملک ہندوستان اس وقت کئی طرح کے مسائل سے دو چار ہے، کرونا وائرس او میکرون نے ملک کی معیشت کا تیا پانچہ کر دیا ہے، پھر نوٹ بندی، جی ایس ٹی مڈل کلاس اور غریبوں کی سانسیں پھلا رہی ہیں بلکہ بند ہی کر دی ہیں۔ اور پھر سخت گیر عناصر والی جماعتوں آر ایس ایس، بجرنگ دل، ہندو واہنی، وشو ہندو پریشد نے اور ان کے زیر اثر چلنے والی حکومتوں نے اپنے نئے نئے حربوں سے غریبوں دلتوں اور خاص کر مسلمانوں کے ناک میں دم کر رکھا ہے، نوجوانوں کو بے روزگاری نے بد حال کر دیا ہے۔

ٹکرا رہی ہیں تیز ہوائیں چٹان سے
باہر نہ جاؤ اپنے شکستہ مکان سے

(جاذب قریشی)

پریشان کسان، پریشان مزدور، پریشان نوجوان بد حال بے روزگار کہاں جائیں میرا گھر میرا ملک یہی ہندوستان ہی تو ہے جائیں تو جائیں کہاں؟ سخت گیر جماعتوں کے زیر اثر چل رہی حکومتیں وان کے ذمے دار خود تو خوب مزے، گلچھرے اُڑا رہی ہیں ان کے سپورٹر بھی مزے اُڑا رہے ہیں، اُن کے چہیتے آئی ٹی سیل میں بھرتی نوجوان بڑی بڑی تنخواہیں اُٹھا رہے ہیں، جس چیز کی انہیں تنخواہ مل رہی ہے کہ کسی بھی حکومت مخالف کو سکون سے جینے نہ دو وہ کام وہ بخوبی کر رہے ہیں۔

حکومت کی پالیسی کی کسی نے مخالفت کی یا آواز اُٹھائی یا اپنی جائز مانگ مانگی کہ بچیوں کو پریشان کیا جا رہا ہے نئے نئے جھگڑے شروع کرنا بی جے پی حکومتوں کا مشغلہ بن گیا ہے۔ اور ہو کیوں نہ حکومت کے سامنے بے شمار مسائل بے روزگاری میں اُلجھی ہوئی سرکاریں کیا کریں نئے ایشو کو کھڑا کرنا ان کے لیے راحت کا سبب ہے۔

حجاب سے روکنا شخصی آزادی میں مداخلت :

مذہبی ہم آہنگی اس ملک کی پہچان ہے، لیکن افسوس کہ پورے ملک میں قومی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اسکولوں کالجوں میں مسلم طالبات کو حجاب (پردہ) کرنے سے روکا جا رہا ہے یہ انتہائی شرم ناک ہے، یہ مسئلہ مذہبی آزادی کے ساتھ ساتھ شخصی آزادی کے دائرے میں آتا ہے، ہندوستان سیکولر ملک ہے لیکن بدقسمتی سے اب بہت کچھ بدل گیا ہے جو کچھ باقی ہے وہ بھی اب موہوم (خیالی، تصوراتی، فرضی) اُمید رہ گئی ہے۔

الہ آباد کے کمبھ میلے میں ناگا باباؤں کو کھلے عام گھومتے پھرتے اور ننگے نہاتے دیکھا جا سکتا ہے اُن کو سیکورٹی فراہم کی جاتی ہے۔ دھرم کے نام پر کیا نہیں کیا جاتا کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں کیوں؟ اس لیے کہ ہندوستان کے آئین نے ہر مذہب والے کو اُس کے مذہب کے حساب سے آزادی دی ہے۔ جو بچیاں حجاب پہن کر پڑھنا چاہتی ہیں لیکن انہیں اس کے مذہب کے حساب سے پڑھنے لکھنے نہیں دیا جا رہا ہے ایسا کیوں؟

حجاب (پردہ) سے اُس کو تکلیف ہو سکتی ہے جس کے گھر کی عورتیں اپنے بدن، اپنے اعضا کی نمائش کرتی ہوں یا اُس گھر کے مرد، عورتوں کے اعضا کی نمائش کو دیکھنے کا شوق رکھتے ہوں۔ عورتیں پردہ میں اچھی لگتی ہیں۔ کسی کے لباس سے اگر آپ کو تکلیف ہے تو یقین مانیئے آپ انسان ہو ہی نہیں سکتے۔

سینکڑوں گیدڑوں پر ایک شیرنی بھاری ہے:

کرناٹک اُبل رہا ہے حجاب تنازعہ نے ایک بار پھر شاہین باغوں کی یاد دلا دی، حسب معمول اعلیٰ قیادت کی طرف سے مذمتی بیان جاری کر دیا گیا، مسلم پرسنل لا بورڈ نے تو حد ہی کر دی خالص مذہبی شرعی مسئلہ پر لب کشائی میں حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے جو خیر سے بورڈ ترجمان بھی ہیں بیان دینے میں اتنی تاخیر کر دی۔

مسلم لڑکیاں آئینی حق کی بازیابی کے لیے قانونی دائرہ میں جدوجہد کر رہی ہیں، دھرنا مظاہرہ کے ساتھ ساتھ قانونی لڑائی بھی لڑ رہی ہیں اس سے حجاب والے معاملے کی سنگینی کا اندازہ ہونا چاہئے۔ سب سے بڑی بات لاکھ کوششوں کے باوجود بچیاں مشتعل نہیں ہوئیں ہیں قانون اپنے ہاتھوں میں نہیں لیا ہے۔

اللہ اکبر، مسکان خان کے حوصلے نے اُمّتِ مُسلِمہ کا سر فخر سے اونچا کر دیا: سوشل میڈیا پر تصویر وائرل ہو رہی ہے جس میں بھگوا بریگیڈ ایک با حجاب لڑکی کو دیکھ کر جے شری رام جے شری رام کے نعرے لگا رہے ہیں اس کو زچ (شہ مات، شکست) دینے کی کوشش کر رہے ہیں، مگر قربان جائیے اس "مُسکان خان" نامی بچی پر ذرہ برابر گھبرائی نہیں۔ اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر۔ کا نعرہ ہاتھ بلند کر کے پُرزُور بلند آواز میں لگایا اور اپنے کلاس میں چلی گئی "مُسکان خان" جیسی بہادر لڑکی کی ہمت کو ہزار بار سلام پیش کرتا ہوں۔

hhmhashim786@gmail.com

ہمارے وزیراعظم مسٹر مودی اس تنازعہ کے دوران پارلیمنٹ میں دوبار بول چکے ہیں لیکن ایک لفظ بھی ایک بار بھی وہ پارلیمنٹ میں نہیں بولے، ان کی خاموشی کیا کہتی ہے؟ کیا یہی بیٹی بچاؤ بیٹی پڑھاؤ ہے؟۔

اسلام نے ہی عورتوں کا قابلِ عزت مقام دیا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی۔

مرد عورت کے مجموعے کا نام انسان ہے۔ عورت اور مرد، نوع انسانی کے دو اہم جز ہیں۔ عورت کے بغیر انسانیت کی تکمیل نہیں ہوتی ہے۔ عورت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر دل کشی، دل رُبائی، شیرینی اور حلاوت کا جمال رکھا ہے۔ اسلام نے عورت کو اس قدر عزت واہمیت دی کی قرآن کی ایک عظیم سورۃ کا نام سورۃ النسا ہے۔ پھر ایک سورۃ کا نام سورہ مریم ہے۔

سورہ نحل میں ارشاد ربانی کا مفہوم ہے:

”جو بھی نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت، وہ مومن ہو تو ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ہم ان کے عمل کو کا ان کو بہترین بدلہ دیں گے۔“

لفظ حجاب (عربی) اور لفظ پردہ (فارسی) زبان سے تعلق رکھتے ہیں اور تقریباً ہم معنی ہیں ان جیسے کئی اور الفاظ بھی مثلاً برقع، گھونگھٹ، پردہ، آڑ، حیا شرم، نقاب اور حجاب لغت میں ملتے ہیں۔ خواتین کے لیے لفظِ ردہ غیر محرم مردوں سے اپنے جسم کو چھپانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے تاکہ وہ مرد کے شیطانی اوہام سے محفوظ رہیں اور ان سے عورتوں کی عزت و عصمت محفوظ رہے۔

لفظِ حجاب قرآن کریم میں سات بار استعمال ہوا اور سورہ احزاب، 33: آیت 59 میں ہے:

”اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحب زادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کی ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

اللہ کے حبیب ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات، اپنی صاحب زادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادیں کہ جب گھر سے باہر نکلنا پڑے تو وہ اپنی چادروں کا حصہ اپنے منہ پر ڈال کر رکھیں اور اپنے سر اور چہرے کو چھپائیں وغیرہ وغیرہ۔ مذہب اسلام میں قرآن کریم میں جگہ جگہ پردہ کی آیتیں موجود ہیں یہ مسلمانوں کا مذہبی معاملہ ہے اور ہندوستان کے آئین نے بھی مسلمانوں کو یہ آزادی دی ہے پھر یہ بکھیڑا کیوں کیا جارہا ہے؟

برقع اور حجاب کو لے کر کرناٹک ہائی کورٹ کے جج کا بڑا بیان! ”اسلام کے مطابق حجاب پہننا ایک مذہبی عمل ہے، قرآن کے خلاف فیصلہ سنانا ممکن نہیں“۔ اللہ حکومتوں کو سمجھ عطا فرمائے آمین، مسلمانوں کو پردہ کی اہمیت سمجھنے اور ہماری بچیوں کو حجاب پر پابند رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

(ص:56 کا بقیہ) انسان کو ہر لمحہ تقدیر پر راضی رہنا چاہیے اور اپنے مرحومین کے لیے دعاے مغفرت کرنی چاہیے، مرحومہ علم دوست طبیعت کی مالک تھیں جس کا ثبوت ان کے صاحب زادگان ہیں جن کو بچپن میں خود سے جدا کرکے اعلیٰ تعلیم کے لیے جامعہ اشرفیہ مبارک پور بھیج دیا، قاری غیاث الدین خان نوری نے کہا کہ مرحومہ صوم و صلاۃ کی پابند تھیں، انھوں نے اپنے لختِ جگر کو عالمِ دین بنا کر خدمتِ دین کے لیے وقف کر دیا۔ مولانا قمر الدین خان فیضی نے کہا کہ مرحومہ پھوپھی جان اپنے بھائیوں اور بہنوں میں سب سے چھوٹی تھیں، تمام بھائی بہن مرحومہ پھوپھی کی حیات ہی میں اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے، مرحومہ پھوپھی جان ہم سے بے پناہ محبت کرتی تھیں۔

مولانا وصی اللہ رضوی و مولانا محمد عالمگیر نظامی، مولانا کمال احمد امجدی، حافظ محمد بہاء الدین مصباحی، مولانا مفتی محمد محفوظ عالم مصباحی و مفتی محمد اظہار فیضی و حافظ محمد رضوان علیمی، مولانا بلال احمد قادری، مفتی اظہار احمد فیضی، مولانا اشتیاق احمد علیمی اساتذہ دار العلوم اہلِ سنت یار علویہ فیض الرسول نوڈیہواں، قاری علی احمد خان علیمی، مولانا برکت حسین مصباحی، مولانا مقبول احمد سالک مصباحی، مولانا انوار احمد مصباحی، حاجی سیف الدین، حافظ خیر الدین علیمی، حافظ امتیاز احمد علیمی، مولانا نور اللہ قادری، مفتی محمد صادق مصباحی علیگ، مولانا نور محمد مصباحی جامعی اساتذہ مدرسہ عربیہ سعید العلوم یکچھی پورہ، مولانا کمال احمد علیمی نظامی، مولانا محمد عباس ازہری مصباحی، قاری محمد عظیم الدین امجدی، روزنامہ راشٹریہ سہارا ایڈیشن گورکھ پور کے نمائندہ مولانا رمضان امجدی، مولانا عبد الکریم امجدی، حافظ سمیع اللہ امجدی، مولانا تجمل حسین امجدی، مولانا عثمان غنی، مولانا محمد امین فیضی، مولانا محمد مکرم مصباحی، مولانا عبد الکریم عباسی، مولانا ضیاء الدین، مفتی اختر رضا منظری، مولانا سراج الدین ثقافی، حافظ صادق رضا نیپالی، اور دیگر علماے کرام نے بھی اظہارِ تعزیت کیا۔

مرحومہ کی نمازِ جنازہ آپ کے صاحب زادے مولانا قاری شرف الدین مصباحی نے پڑھائی۔ نمازِ جنازہ میں مولانا قاری علی احمد خان علیمی، مولانا شبیر احمد مصباحی، مولانا سراج الدین نوری، مولانا عبد العلیم، مولانا عبد السبحان، حافظ علاء الدین، مولانا مسعود عالم نظامی و ماسٹر اکرام الدین خان، جمال احمد خان، عزیز الدین خان، مولانا فخر الدین نظامی، مولانا فخر الدین نظامی مولانا محمد عمران کے علاوہ کافی تعداد میں علما و عوام شریک تھے۔ ❋❋

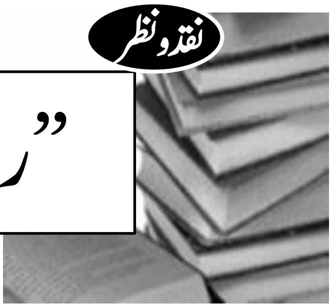

”رندانہ“ — فکر وفن کے آئینے میں

تبصرہ نگار: سید شمیم احمد گوہرؔ مصباحی

شعرائے نعت ہوں یا غزل، ایسے بہت کم ہوتے ہیں جن کے پاس شعر وسخن کے اظہار کے لیے ذہنی بالیدگی و وسعت فکری، پختگی و بے ساختگی اور دیدہ وری کا قیمتی اثاثہ بھی ہو، یہ اثاثہ بلندی تخئیلات اور مثبت فکر وفن کی راہ ہموار کرتا ہے۔ شعور کی بیداری اور ذوقِ لطیف کی پاسداری جذبۂ طبع آزمائی کو بہت سے پیچیدہ و سنگلاخ راستوں سے آسانی کے ساتھ گزار دیتا ہے، ”کل جدیدٍ لذیذٌ“ کے تحت جدید رجحان کا متلاشی ہر نئے سفر کے حُسن کو دوبالا کر دیتا ہے، بعض اچھوتے فن پارے ایسے ہی شعرا ظاہر کر پاتے ہیں۔ عصری تقاضوں کی دریافت اور جملہ شعری محاسن پر گرفت تو بڑی بات ہے تاہم بیشتر تقاضوں کے ہجوم میں تازہ تصوراتی شناخت کی روشنی کو بہترین علامت سمجھا جاتا ہے۔ اس سطح کے بعض شعرا کو خود بھی اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ میرے پیرایۂ سخن میں شاید کوئی آنچ ضرور شامل ہو رہی ہے، پھر بھی اس نوعیت کی خود اعتمادی کا فیصلہ انصاف پسند قارئین کے بھی ذمہ رہتا ہے۔ کسی بھی شاعری کا تجزیہ کرنے کے دوران بہت سی نزاکتوں اور نفاستوں کی موجودگی و غیر موجودگی کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے، لفظوں کی نشست و ترتیب اور تخئیلی پرواز کے علاوہ بھی بیشتر شعری محاسن آواز دیتے ہیں۔ ایسا بہت ہوتا ہے کہ تصوراتی اہتمام کے پیش نظر صنائع و بدائع کے استعمال سے دلچسپی نظر نہیں آتی جبکہ ان کی عظمتیں شاعری کی روح کہلاتی ہیں، صنعتیں ہی بڑی شاعری کی ضمانت دے سکتی ہیں۔ اساتذۂ سخن کے فکری عمل نے ثابت کیا ہے کہ شمولیت صنائع سے فکروں کا نہ صرف معیار بلند ہوتا ہے بلکہ نئ نئ جہتوں کا اظہار بھی ہوتا ہے، موجودہ شاعری کی بیشتر تعداد ان نعمتوں سے محروم ہوتی جا رہی ہے۔ صنعتوں کے ہجوم میں استعارہ وکنایہ اور تلمیح وغیرہا بالکل عام ہے پھر بھی ابہام و پیچیدگی کا شکار ہوتی رہتی ہے، صرف غیر معمولی لفظوں کے انتخاب کے ساتھ فکروں کی تازگی، شاعری کا حق نہیں ادا کر سکتی۔

دو حصوں پر مشتمل ”رندانہ“ ممتاز ادیب و شاعر جناب مہتابؔ پیامی کا مجموعۂ کلام ہے۔ حصۂ اول ”ساقی نامہ“ کے طور پر ہے حصۂ دوم غزلیات سے متعلق۔ مہتابؔ صاحب ایک ذہین و زیرک اور باخبر شاعر ہیں پورے مجموعہ میں فکری معیار، تخئیلی بلندی اور جدید طرز اسلوب کی چمک موجود ہے، خوبصورت لفظوں کی تلاش اور شعری دیدہ وری کا تسلسل پورے مجموعے پر چھایا ہے، ذہنی کاوشوں کا اثاثہ اور بالیدہ نظری کا جوہر بہت سے مجموعوں پر جاری نظر آتا ہے، اردو شاعری میں ”ساقی نامہ“ لکھنے کا رواج بہت پرانا ہے، روایت کے مطابق اجزائے ترکیبی کے تحت حقیقت و مجاز سے متعلق ساقی نامہ خمر (ام الخبائث) کے ذکر سے گریز کے بعد جا بہ جا معرفت کے فضائل و برکات پر ختم ہوتا ہے۔ ”رندانہ“ میں اس نوعیت کی روایتی ترتیب کا کوئی اہتمام نہیں، حقیقت و مجاز کے ملے جلے انداز میں ساقیِ برحق کے فضائل و برکات، اوصاف و محاسن اور ساقیِ خمر کی کج روی اور احوالِ بے ظرفی نمایاں ہے۔ رندانہ میں خدا کو ساقی سے بھی تعبیر کیا گیا ہے جب کہ اس خاکسار نے جو کچھ بھی عربی و فارسی اور اردو شاعری کا مطالعہ کیا ہے خدا کو کہیں بھی ساقی نہیں کہا گیا۔

دنیا کے میکدے میں جو چاہا وہی کیا
ساقی کی ذات قادر مطلق ہے بے نیاز

ساقی کا مفہوم صرف سیراب کرنے یا پیاس بجھانے والے کا ہے اب ایسی صورت میں یہ کہا جائے کہ یہ وہی ساقی ہے جس نے دنیا بنائی چاند تارے اور سورج چمکائے دریا اور سمندر پیدا کیے اسی ساقی نے اپنے نور سے اپنے پیار حبیب محمد ﷺ کا نور خلق فرمایا تو ساقی کی

سجادہ نشیں خانقاہ حلیمہ، الہ آباد

رعایت سے یہ سب وضاحت زیب نہیں دیتی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسمائے مجلیٰ میں ساقی موجود نہیں۔حضرت مفتی ناصرحسین مصباحی نے ”رندانہ“ کے تجزیہ وترجمانی کے بجائے صرف اصطلاحاتِ تصوف پر قیمتی مقالہ پر اکتفا کرلیا، محلِ غور ہے۔ ہزاروں لاکھوں مثالیں موجود ہیں کہ عہد رسالت کے بعد اللہ کے ولی اور صوفی ہی ساقیِ برحق ہیں جو جامِ معرفت اور خمارِ حقیقی عطا کرکے خداشناسی کی نعمتوں سے وابستہ کر دیتے ہیں۔ ”رندانہ“ میں ایسے ساقیوں کی کرم فرمائیوں کے جلوے نظر آتے ہیں جن کا دیدار، جن کی صحبت، جن کی نظر عنایت اور جن کا عطا کردہ خمارعشق ومحبت کی دنیا آباد رکھتا ہے۔

ساقی ترے حصار میں گم ہے مرا وجود
یہ آگہی مرے لیے بے حد عجیب ہے
بھٹکوں گا تیری ذات سے بچ کر کہاں کہاں
جس سمت دیکھتا ہوں تو میرے قریب ہے
تحت الثریٰ میں جا کے بچھاؤں جو بوریا
معلوم ہو کہ ساتھ وہاں بھی نصیب ہے
یا صبح کے پروں پہ سمندر میں جا بسوں
لاریب اس جگہ بھی تو میرا حبیب ہے
آنکھوں میں التجا کا سمندر لیے ہوئے
ہونٹوں پہ اپنی پیاس سجاتے ہوئے چلوں
ہے آرزو کہ خود تو رہوں تشنہ لب مگر
دنیا کو جام عشق پلاتے ہوئے چلوں
قوموں کے سامنے ہے نمایاں تمھارا صدق
تم نے رکھا ہے رند پہ شفقت نواز ہاتھ
دیکھا ہے انتہاے زمیں کی نگاہ نے
جنت ہی بانٹتا ہے یہ جنت نواز ہاتھ
ساقی دعا یہ دل سے نکلتی ہے رات دن
اپنا ہوں میں تو مجھ کو عطا کر کرم کا جام
لیکن ترے دیار میں آئے جو شیخ بھی
ہرگز یہاں سے جائے پلٹ کر نہ تشنہ کام
مدت سے یوں ہی بانٹ رہا ہے کرم کا جام
ساقی تری نگاہ سبھی کی طلب پہ ہے

پیتے ہیں ظرف والے بھی تیرے ہی ہاتھ سے
کم ظرف میکشوں کو بھی دیتا ہے تو ہی مے

شاعر نے بہت سے مقامات پر ایسے واعظوں کو استعارے کے طور پر استعمال کیا ہے جن سے رہنمائی کے بجائے خسارے کا خطرہ رہتا ہے۔ یہ وہ واعظین ہیں جو حقیقت سے دور رہ کر حقیقی خمار کو تماشا بناتے رہتے ہیں لیکن مندرجہ ذیل اشعار میں تضحیک وتنقید سمجھ میں نہیں آتی۔

واعظ یہاں حرام بتائے شراب کو
لیکن میں پی رہا ہوں کہ عین ثواب ہے
عین ثواب یوں کہ ہے ساقی کی یہ رضا
ترکِ رضا کروں تو یہ وجہ عتاب ہے

”الخمر حرام کل مسکر حرام“ کے تحت ام الخبائث کو ہر واعظ حرام کہے گا، اسے کیفیتِ خمار کا کیا اندازہ کہ یہ جامِ معرفت کا نشہ ہے۔

ہر ساقی، ولی، صوفی اور اللہ کا بندۂ خاص نہیں ہوتا جو آنکھوں سے پلا کر بے خود کردے۔ ساقیِ مجازی کا جام، خمارِ معرفت سے دور رہتا ہے اسی صداقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاعر کو یہ اشعار کہنے پڑے۔

ایسی شراب تونے پلا دی ہے کیوں مجھے
ساقی کہ لڑکھڑانے لگے ہیں مرے قدم
اب آ مجھے سنبھال کہ یہ ناگزیر ہے
ایسا نہ ہو کہ ہار دیں اب حوصلے قدم

ایسے اشعار کی کثرت ہے جن میں ساقی وواعظ کو مختلف کردار واطوار اور نظریوں کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے، اسی تناظر میں عرض ہے کہ خمار حقیقی اور جانِ معرفت ایک شئ لطیف اور روحانی غذا ہے یہی غذا عشق و محبت اور صبر وتحمل سے آشنا کرتی ہے، راحت و سکون کی منزلیں طے کرتی ہے، اس پرآشوب اور پُرفتن ماحول میں جب کہ ہر طرف حرص وہوس، غرور وتکبر، مال وزر، جاہ پرستی، صداقت بیزاری، موقع پرستی اور احسان فراموشی کے آتش کدے روشن ہوں، بغض عناد، نفرت وبغاوت، الزام تراشی اور قد آوری کا بازار گرم ہو، حقیقی راحت وسکون، خیر وبرکت اور خمارِ معرفت کا حاصل کرنا دشوار ہوگیا

ایسی لطیف امانتوں تک پہنچنا آسان نہیں ہوتا جب تک عشق و محبت کی سچی رہنمائی اور رجحان و میلان کی بے لوث تڑپ نہیں ہوتی، حقیقی ساقی تک رسائی نہیں ہو پاتی۔ تمناؤں آرزوؤں اور خواہشوں کے سمندر میں ڈوب جانا پڑتا ہے۔

کتنا وسیع تر ہے کرم کا وہ سائباں
دنیا کے سب ستائے ہوئے جس میں آ گئے
مدت کی تشنگی کو میسر ہوا قرار
تیرے کرم کے ساغر و مینا جو پا گئے
ساقی کو میں نے قلعۂ محکم سمجھ لیا
اور خود کو اس کے ہاتھ میں سونپا ہے دوستو
واقف تھی میری جان مصیبت میں ہر گھڑی
اس نے کرم کی آنکھوں سے دیکھا ہے دوستو
چھٹ کر میں قیدِ رنج سے پہنچا اس کے پاس
میدان عشق اب تو کشادہ ہے دوستو
ساقی کا خوف جب سے مرے دل میں بس گیا
ہرگز نہ خود تب سے کسی کا ہے دوستو

بابِ غزل:

جس طرح شاعر نے رندانہ کے حصۂ اول میں تخئیلی جہتوں اور فکری تلاش کو کامیابی کے قریب رکھا ہے، اسی سطح پر بابِ تغزل بھی روایتی آداب و تہذیب اور عصری اہتمام کے سائے میں جدید لب و لہجہ اور جدید اسلوب نوازی کا مظہر ہے، تفکر و تخیل کے بعض نئے دروازوں کو کھولنے اور طبع آزمائی کی کشادہ شاہراہوں پر گامزن رہتے ہوئے پیکر تراشی کے جوہروں کا انکشاف کرنا آسان نہیں ہوتا مگر جناب مہتابؔ پیامی اپنی شعری دیدہ وری اور وفورِ شوق کے دوش پر سوار ہو کر کہاں کہاں سے گزر گئے، واقعی داد و تحسین کے مستحق ہیں۔ پرانے راستوں کے سفر میں نئی نئی رعنائیوں کی شناخت و دریافت کرنے اور بادِ صبا کو غازۂ رخسار میں تبدیل کر دینے پر شاعر نے اپنی شاعری میں ایک نئی روح پھونکی ہے۔ یہی سبب ہے کہ نظر و نظریات کا دائرہ جب تنگ ہوتا ہے تو عام طور سے شعرا پرانے ہی اثاثوں کے گرد گھومتے رہتے ہیں لیکن پیامؔی صاحب نے... "ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہے" کی روشنی میں اپنی ذہنی بالیدگی کا ثبوت دیتے ہوئے نئے فکری سرمایوں کا خوب تر اہتمام کیا ہے۔

ہر سو رہا وہ شورِ تلاطم کہ الاماں
کشتی تھی میں تھا اور گنہگار مرا دل
بے رنگ رہ نہ جائے کہیں زندگی مری
اشکوں میں خون گھول دیا ہے ترے لیے
اے مبتلائے عشق، نہ سنتے تھے میری بات
انجام کار، دار و رسن دیکھ لیجیے
اک میں ہوں آشنائے فاقہ مستی آج تک
فقر کی دولت ہے جتنی میرے کاشانے میں ہے
اس دورِ ستم گر میں ہم اندھے ہی بھلے تھے
مت پوچھ ان آنکھوں سے ہمیں کیا نظر آیا
سنتا ہوں کہ تم نے اُسے دیکھا تھا کسی دن
کچھ مجھ کو بتاؤ کہ وہ کیسا نظر آیا

تغزل کی نشو و نما اور اس کی ارتقائی روداد، عشق ہی کی بنیاد پر واضح ہوئی۔ رنگِ تغزل کا جمالیاتی ذوق اور رومانی کسک، دل کی دھڑکنوں، تمناؤں کی تڑپ اور آبگینوں کی چمک کے سائے میں آباد رہتی ہے۔ لطیف آہٹوں، شوخ انگڑائیوں اور پُرکیف جلوہ آرائیوں کے احوال و کوائف سے غزل کی دنیا ہمیشہ تازہ دم رہی ہے عصری تقاضوں سے دلچسپی کا معاملہ ہو یا تجدد پسندی سے لگاؤ کا، روایتی ذائقے سے انحراف، شاعری کی اصل لذتوں سے قریب نہیں ہونے دیتا۔ مہتابؔ پیامی کی شاعری کو حسن و جمال اور خمار و شباب کے آئینے میں دیکھا جائے تو کیف و سرور کی بھینی بھینی خوشبو پورے مجموعے پر چھائی نظر آتی ہے۔ موصوف نے تغزل کی ناز برداری میں کوئی کسر نہیں چھوڑی عشق و محبت اور حسن و جمال کی بارگاہ میں سرِ تسلیم خم دکھائی دیتا ہے کیفیتِ عشق کی روشنی میں شاعری کا آغاز ہوتا ہے، چند اشعار ملاحظہ کریں۔

خوشبو لطیف تر ہے تری زلف ناز کی
میرے مشام جاں کو یہ انجام عشق ہے
میں گم ہوں تیری فکر میں تو میری سوچ میں
کیسی عجیب تر یہ مری شام عشق ہے
اے جانے والے روٹھ کے، اب تو قریب آ
تجھ کو ہی یاد شام و سحر کر رہا ہوں میں

(باقی ص:52 پر)

خیابان حرم

منظومات

نصابِ حیات

یہی ہے دل کی تمنا، یہی ہے خوابِ حیات
کہ درسِ سیرتِ سرکار ہو نصابِ حیات

حضور! آپ کا اُسوہ ہے نقشِ راہِ ہدیٰ
حضور! آپ کا جلوہ ہے آب و تابِ حیات

یقین جانو! کلیدِ قضاے مبرم ہے
وہ ایک اسم جو ہے اصلِ انتسابِ حیات

کہا ہے رب نے یہ جو کُلٌّ مَن عَلَیہَا فَانٍ
حقیقتاً ہے یہی معنیٰ کتابِ حیات

حصارِ نورِ نبوت میں جب سے آیا ہوں
ہے مثلِ بدر میں مطلعِ شبابِ حیات

کبھی تو دور ہو مجھ سے اذیّتِ ما دام
کبھی تو ختم ہو میرا یہ اضطرابِ حیات

ق

کبھی تو میری طرف ان کا دستِ لطف بڑھے
کبھی تو جلوہ نما ہوں وہ زیرِ خوابِ حیات

میں ان کے نام کا تریاق لے کے چلتا ہوں
اثر نہ ہوگا، اگر پی لوں زہرِ نابِ حیات

بہ فیضِ نعت میں وہ اسمِ بامسمیٰ ہوں
کہ تابناک ہے میرا ہر ایک بابِ حیات

ثاقب قمری مصباحی، بانکا، بہار، انڈیا

گردوں کو بھی آتا ہے پسینہ ترے آگے

ہر اوج کا سر جھکتا ہے شاہا ترے آگے
کوئی بھی تو لگتا نہیں اونچا ترے آگے

ہے آئینۂ حسن ازل تیرا سراپا
پھر کون کرے حسن کا دعویٰ ترے آگے

اللہ رے اے پائے نبی تیرا تقدس
رگڑے ہیں جبیں بلبل سدرہ ترے آگے

تو سید کونین ہے، تو رحمت کل ہے
سلطان زمانہ بھی ہے منگتا ترے آگے

ہر قوت باطل کو ہلادے تری ہیبت
ہیں لرزہ بدن قیصر و کسریٰ ترے آگے

اے ابر کرم! شمع حرم! جانِ دو عالم!
سکہ نہ چلا اور کسی کا ترے آگے

ہاتھ آئے اگر دولت کونین تو وہ بھی
کردوں گا نچھاور مرے مولا ترے آگے

مانا کہ فلک بوس عمارات بہت ہیں
کچھ بھی نہیں وہ گنبد خضری ترے آگے

انصار سے پوچھے کوئی ہجرت تری کیا ہے
پلکوں سے بچھا سارا مدینہ ترے آگے

کیا منصب عالی ہے ترا کس کو پتہ ہے
گردوں کو بھی آتا ہے پسینہ ترے آگے

سلطانِ عالم بھی کوئی چیز نہیں ہے
اے دولت عشق شہ بطحا ترے آگے

بس کاسۂ دل رکھ دیا داتا ترے در پر
لب کھولنا اچھا نہیں لگتا ترے آگے

ہے شہر ترا دور مرے گھر سے یہ مانا
دشوار ہے کیا گھر مرے آنا ترے آگے

بجھ جائے ترا نور جو آئے، مہ گردوں!
نقش قدم سید والا ترے آگے

تو ان کی غلامی کی سند کرلے جو حاصل
رکھ دے گی جبیں دولت عقبیٰ ترے آگے

معراج تری ہے مرے ادراک سے باہر
معراج مری، خاک میں ملنا ترے آگے

ہوگا نہ کبھی تیرے کرم کو یہ گوارا
ہو نور ترا حشر میں رسوا ترے آگے

سید محمد نورالحسن نور نوابی عزیزی قاضی پور شریف

محمد آباد و خیر آباد میں ماہ نامہ اشرفیہ حاصل کریں

حضرت مولانا سلطان احمد صاحب
مدرسہ فیض العلوم، محمد آباد، ضلع مئو
9307909117

حضرت مولانا محبوب احمد صاحب
مدرسہ ضیاء العلوم، خیر آباد، ضلع مئو
7275644786،9208066900

سفر آخرت

غازیِ دوراں سید ظفر مسعود اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمہ

مبارک حسین مصباحی

یہ الم ناک خبر آپ کو مل چکی ہوگی کہ 22رجب المرجب 1443ھ/24فروری 2022ء کی شب دہلی کے ایل کپور ہاسپٹل میں غازیِ دوراں حضرت سید شاہ ظفر مسعود اشرفی جیلانی کا وصال پُر ملال ہو گیا۔ خبر پاتے ہی دل و دماغ ورطۂ غم میں ڈوب گئے، کلماتِ استرجاع پڑھے۔ آپ نیک طبع اور اور غازیانہ فکر و مزاج کی شخصیت تھی۔ اندازہ یہی ہے کہ آپ ابھی پچپن برس یا اس سے کچھ زیادہ ہوں گے، دائی رحلت کا یقین تو نہیں ہو رہا تھا، خبر سچ تھی اس لیے نہ چاہتے ہوئے بھی یقین کرنا پڑا، "كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ"۔ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ"۔ (الاعراف7،آیت:34)

توجب ان کا وعدہ آئے گا ایک گھڑی نہ پیچھے ہو نہ آگے۔

ہم نے چند سورتیں تلاوت کر کے ثواب آپ کی روح کو ایصال کیا۔ خداے بزرگ کی بار گاہ میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا کی گئی، مولا تعالیٰ یہ تیرے حبیب ﷺ کے چشم و چراغ تھے، پاکیزہ غازیانہ زندگی گزاری تو اپنے خاص فضل و کرم سے ان کی مغفرت فرما، ان کے نانا جان شفیع محشر ﷺ کی بابرکت شفاعت ان کا مقدر بنا اور انھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ اور بلند ترین مقام عطا فرما۔ آمین۔

حضرت مجاہدِ دوراں کچھوچھوی:

تارکِ سلطنت غوث العالم سیدنا مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی قدس سرہٗ کی بین الاقوامی شخصیت دنیا میں محتاجِ تعارف نہیں، حسنِ اتفاق چند برس قبل بغداد شریف جاتے ہوئے ہم نے شہرِ سمنان دیکھا اور اس کے قریب موجود آپ کے استاذ شیخ علاءُ الدولہ سمنانی قدس سرہٗ کی بار گاہ میں فاتحہ پڑھنے اور ان کے در سے حصولِ فیض کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔

حضور مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی سلطنت سمنان کے بادشاہ کے فرزند ارجمند تھے، آپ اپنے عہدِ طالب علمی میں اسی راہ سے صوفیا آباد میں واقع اپنے شیخ علاء الدولہ سمنانی کی بار گاہ میں اکتساب فیض کے لیے تشریف لے جاتے ہوں گے۔ چند مشائخ کچھوچھہ اور ہم نے وہاں پہنچ کر جو روحانی فیض بذاتِ خود محسوس کیا، قلم کی زبان ترجمانی سے قاصر ہے۔ مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی نے عقد نکاح تو نہیں فرمایا تھا، مگر اپنے بھانجے حضور شیخ سید عبد الرزاق نور العین قدس سرہٗ کی تعلیم اور روحانی تربیت فرمائی تھی۔ انھیں کی اولاد سے سلسلہ اشرفیہ دنیا میں متعارف ہوا۔ ماضی قریب میں انھیں کے ولدِ صالح اشرف الصوفیہ حضرت علامہ سید شاہ اشرف حسین اشرفی الجیلانی سجادہ نشیں آستانہ عالیہ اشرفیہ حسینیہ سرکارِ کلاں کچھوچھوی قدس سرہٗ تھے۔ حضرت نے اپنی حیات ہی میں اپنے برادرِ خورد اعلیٰ حضرت شیخ المشائخ سید محمد علی حسین اشرفی جیلانی قدس سرہٗ کو اپنا مرید و خلیفہ منتخب فرمایا اور خود باں فضل و کمال گوشہ نشیں ہو گئے۔ یہ ایک سچائی ہے کہ حضور اشرفی میاں مجدد سلسلہ اشرفیہ تھے، عرب و عجم میں آپ کے مریدین اور خلفا کی ایک لمبی فہرست ہے۔ اپنے عہد کے بلند پایہ علما اور مشائخ بھی آپ سے روحانی فیوض و برکات حاصل فرماتے رہے۔ اور آج بھی ان کے فیض کا چشمہ اسی شان سے ابل رہا ہے۔

مجاہدِ دوراں حضرت علامہ سید شاہ مظفر حسین اشرفی الجیلانی حضور اشرف الصوفیہ سید شاہ اشرف حسین اشرفی کے فرزند ارجمند ہیں، اکتوبر 1919ء میں کچھوچھہ مقدسہ میں ولادت باسعادت ہوئی۔ اس وقت تو گھر کے معاشی حالات قابلِ رشک تھے۔ مگر جب حضور مجاہدِ دوراں سات برس کے ہوئے تو والدِ ماجد کا سایۂ کرم سر سے اٹھ گیا۔ آپ کی تعلیم و تربیت کا ظاہری اہتمام والدہ ماجدہ سیدہ محمد النساء بیگم علیہا الرحمہ نے فرمایا، یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی شان ہوتی ہے، انھیں اپنی حیات میں بعض مواقع پر آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ والدِ گرامی کے وصال کے بعد آپ کو بھی بظاہر مشکلات کا سامنا

کرنا پڑا۔ آپ نے اپنے رب کی توفیق اور اپنی بزرگ والدہ کی ہدایت سے تعلیم و تربیت کا سلسلہ جاری رکھا، بفضلہ تعالیٰ جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کے بعد آپ جامعہ نعیمیہ مراد آباد تشریف لے گئے۔ فراغت کے بعد 13 شعبان کو اپنے وطن تشریف لائے۔ والدہ ماجدہ سے اکتساب فیض کا موقع میسر آیا، حضرت مجاہد دوراں فرماتے ہیں:

والدہ نے فرمایا: دس بارہ دن ماہِ رمضان المبارک آنے کو رہ گیا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ سلطان پور کے مریدین کا اصرار ہے جاؤ ان سے ملاقات کر آؤ۔ میں والدہ کے حکم پر چلا تو گیا لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ مجھے ہمیشہ کے لیے اپنے سے جدا کر رہی ہیں۔ ابھی مجھ کو گئے صرف دو تین یوم ہی ہوئے تھے کہ اچانک اطلاع پہنچی کہ 21 شعبان المعظم کو والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا“۔

والدین کریمین یکے بعد دیگرے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آپ فرماتے ہیں:

”نگاہوں کے سامنے اندھیرا ہی اندھیرا تھا، دنیا میں اب بظاہر میرا کوئی نہیں تھا، میری بہنوں نے میری نگرانی میں بہت کچھ حصہ لیا۔“

والدہ کے وصال کے بعد آپ کے استاذ گرامی حضرت مفتی عبد الرشید علیہ الرحمۃ کچھوچھہ مقدسہ تشریف لائے اور آپ کی بہنوں سے اجازت لے کر جامعہ عربیہ ناگ پور لے گئے۔ آپ نے وہاں تین برس تک تدریسی خدمات انجام دیں، گاہے بہ گاہے دینی پروگراموں میں بھی تشریف لے جاتے رہے۔

آپ نے دورۂ حدیث صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی درس گاہ میں مکمل فرمایا تھا حضرت صدر الافاضل نے آپ کی دینی اور سیاسی سرپرستی فرمائی۔ حضرت صدر الافاضل مراد آبادی، مبلغ اسلام حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی اور حضرت مولانا عبد الحامد بدایونی کی معیت میں 1946ء میں آپ نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز فرمایا۔ بنارس کی شہرہ آفاق آل انڈیا سنی کانفرنس میں اپنے انھیں بزرگوں کے ساتھ بڑی کاوشیں فرمائیں۔ مجاہد دوراں اپنی منظوم کتاب ”نسیمِ حجاز“ میں ”احوالِ واقعی مصنف کے قلم سے“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”آج آپ حضرات مجھ کو سرزمین ہندوستان کی پارلیمنٹ سے لے کر میدان تقریر و سیاست میں جو دیکھ رہے ہیں اس میں حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ و میرے اساتذہ نیز میرے ہم عصر علما کا کرم میرے ساتھ شامل حال رہا ہے۔ چونکہ میں بہت غریب و نادار و بے مایہ انسان تھا اس لیے اس بات کے سوچنے میں حق بجانب تھا کہ اگر دنیا میں ترقی کرنا ہے تو اپنے اخلاق و مروت اور عوام و خواص کی ہمدردی حاصل کرے، چنانچہ انہیں باتوں کو میں نے اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا اور آج آپ مجھے جو اس منزل پر دیکھ رہے ہیں وہ میری قومی، ملی، مذہبی اور سیاسی خدمات کا نتیجہ ہے۔“

خود ہم [احقر مبارک حسین مصباحی] نے سنبھل اور لکھنؤ وغیرہ میں متعدّد خطابات سننے کا شرف حاصل کیا ہے۔ آپ کے پر جوش خطابات میں مجاہدانہ رنگ و آہنگ ہوتا تھا۔ چند منٹ میں آپ اجلاس کا رنگ بدل دیتے تھے، خطاب کے آغاز میں اپنے طرز و ادا کے ساتھ اپنے مجاہدانہ اشعار ضرور پڑھتے تھے۔ آپ کا مجاہدانہ لہجہ، اشعار خوانی کا اپنا انداز اور ہاتھوں کے مخصوص اشارے اشعار کے بلیغ مفاہیم بڑی آسانی سے دلوں میں اتار دیتے تھے۔ یہ سطریں لکھتے وقت آپ کے اشعار پیش کرنے کے تمام نشیب و فراز نگاہوں میں گردش کر رہے ہیں۔ آپ عظیم شاعر بھی تھے، آپ کی شاعری میں پر زور لفظوں کا انتخاب ہوتا تھا، نعت ہو یا غزل، نظم ہو یا منقبت ہر مقام پر محاذِ جنگ کا تیور صاف نظر آتا تھا، خاندانی سیادت و قیادت تھی، صدائے مبارزت دیتے ہوئے اشعار احوالِ زمانہ کی بھرپور عکاسی کرتے تھے۔ آپ کا مجموعۂ کلام ”نسیمِ حجاز“ 196 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں پانچ ابواب ہیں:

(1)-باب نعت پاک مصطفیٰ ﷺ۔
(2)-باب منقبت، نذرانۂ عقیدت۔
(3)-باب انقلاب احساسِ زندگی۔
(4)-باب غزلیات، نغمۂ حیاتِ نو۔
(5)-باب تسلیمات۔

آغاز میں ”انتساب“ ہے، ”احوال واقعی مصنف کے قلم سے“ ہے اور خانوادہ اشرفیہ کی موقر شخصیت حضرت سید مثنیٰ انور نے ”پیشِ لفظ“ رقم فرمایا ہے۔ حضرت سید مثنیٰ میاں تحریر فرماتے ہیں:

”مولانا الحاج سید مظفر حسین کچھوچھوی کا شعری مجموعہ ”نسیم حجاز“ میرے پیش نظر ہے جو زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منصۂ شہود پر آ رہا ہے۔

نسیم حجاز نعت، منقبت، قومی و ملی نظموں اور غزلوں کی ہیئت میں زندگی کو بیدار کرنے والی شاعری پر مشتمل ہے۔

یہ شعری مجموعہ اس حقیقت کا غماز ہے کہ اس کا تخلیق کار مذہبی پیشوا بھی ہے اور سیاسی و سماجی رہنمائی کا شرف انھوں نے اپنے بل بوتے پر حاصل کیا ہے۔

مولانا کا عوامی زندگی سے گہرا رابط و تعلق رہا ہے۔ او ملی مسائل سے ان کی غیر معمولی دل چسپی کی گونج عوامی سطح سے لے کر پارلیمنٹ کے ایوان تک مساوی طور پر سنائی دیتی ہے۔" (ص:17)

آپ نے دین و سیاست کے میدانوں میں مسلسل جواں مردی کے مظاہرے فرمائے ہیں۔ آپ میں خاندانی وجاہت تھی، ذاتی طور پر بھی خود دار اور مجاہدانہ فکر و کردار کے حامل تھے، آپ نے ملک و ملت کے بے شمار مسائل حل فرمائے، مدارس اور خانقاہوں کے لیے بھی آپ نے ہر محاذ پر کاوشیں فرمائی ہیں۔ ہم نے خود متعدّد بار آپ کے پُر زور مجاہدانہ اشعار سنے ہیں۔ دین و ملت کے مسائل کے لیے نڈر ہو کر میدان میں اترتے تھے، جو مہم چھیڑتے تھے، اسے سر کر کے دم لیتے تھے۔ آپ متعدّد بار جیلوں میں بھی رہے۔ آپ کی شاعری بھی مجاہدانہ ہوتی تھی، بر وقت چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

1949ء میں حجاج کرام کے قافلے کو رخصت کرتے وقت آپ نے یہ آرزو کی تھی۔

زیارت خانۂ کعبہ کی حاصل ہو مجھے یارب
حرم کے گرد پھرتی ہو قیامت تک وفا میری
مری تقدیر سے اتنا تو موقع مجھ کو مل جائے
کہ سنتے داستانِ غم حبیب کبریا میری

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے طفیل آپ کی تمنا قبول فرمالی اور اس نورانی قافلے کے ساتھ آپ بھی روانہ ہو گئے۔

آئیں گی بہاریں چمنستانِ وفا میں
اک بار اِدھر آؤ مدینے کی ہواؤ
بے کیف ہیں خم خانۂ توحید کے نغمے
پر کیف گھٹا لاؤ مدینے کی ہواؤ
سرمایۂ کونین مرا دامنِ رحمت
سرمایہ مرا لاؤ مدینے کی ہواؤ

ترے کرم نے سرِ حشر جب پکار لیا
قدم قدم پہ مجھے منزلِ نجات ملی

بروزِ حشر مجھے رحمتوں نے گھیر لیا
جو دیکھا میری طرف ملتفت ہے روے رسول
خدا را برسو مدینے کے بادلو برسو
بہت ہے تشنہ مظفرؔ ملے بسوے رسول

اس سے زیادہ اور مظفرؔ کہے گا کیا
ایمانِ جان و جانِ تمنا تمھیں تو ہو

مجاہد بن کے رہنا شانِ خود داری سمجھتا ہوں
برائے دین جاں دینا وفاداری سمجھتا ہوں
ضرورت پھر ہے ملت کو ہمارے قطرۂ خوں کی
اور اس سے باز رہنا دیں سے غداری سمجھتا ہوں

گم کردۂ منزل ہیں خود آج مظفرؔ ہم
ورنہ کبھی رہبر تھے، منزل کا پتہ ہم تھے

کبھی تو راحتِ منزل مرے حصے میں آئے گی
مجھے دھوکے پہ دھوکا دے گی گردِ کارواں کب تک
پگھل جائیں گی آہوں سے یہ زنجیریں غلامی کی
تو رکھے گا ہمیں صیاد پابندِ زباں کب تک

میرا نعرہ جوش پیہم میرا نعرہ انقلاب
نیند کے ماتوں کو غفلت سے جگا سکتا ہوں میں
میرے مشرب میں غلامانہ خموشی ہے گناہ
مرتے مرتے بھی وطن کے گیت گا سکتا ہوں میں

گرا برق، ڈھاؤ آشیاں، توڑو ستم لیکن
مرے ایوان کی تعمیر محکم ہوتی جاتی ہے

شکوۂ دار و رسن باعثِ رسوائی ہے
میں نے ہر حال میں جینے کی قسم کھائی ہے
میرے مشرب سے مجھے کون ہٹا سکتا ہے
یہ اسیری بھی مری سنتِ آبائی ہے

ستم سہنا، ستم کو بھولنا ہم کو بھی آتا ہے
کسی ظالم کے دل کو جیتنا ہم کو بھی آتا ہے

"نسیمِ حجاز" کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت 1434ھ/ 2013ء، میں حضرت سید ظفر مسعود اشرفی علیہ الرحمہ نے فرمائی تھی "پیامِ محبت" کے عنوان سے آپ نے چند اہم باتیں سپردِ قلم فرمائی ہیں۔ کچھ حصہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیے:

"مجھے یقین ہے کہ جہاں آپ میرے والدِ گرامی کے نعتیہ کلام کو پڑھ کر اپنی روح میں تازگی پیدا کریں گے، تو آپ وہیں ان کے قومی و سیاسی و ملی غزلیات و نظمیات بھی اپنی مذہبی و سیاسی زندگی میں ایک نئی امنگ و نیا حوصلہ پیدا کر لیں گے۔"

حضرت مجاہدِ دوراں کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے 1946ء سے 1997ء تک روحانی، دینی اور سیاسی خدمات انجام دیں، آپ نے اپنی سرگزشت بڑے سلیقے سے تحریر فرمائی ہے۔ شہزادۂ مجاہدِ دوراں نے بھی جلد ہی شائع کرنے کی خوش خبری سپردِ قلم فرمائی ہے۔ مگر افسوس شاید وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے، اللہ تعالیٰ جلد ہی اس تاریخی دستاویز کی اشاعت کا انتظام فرمادے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضور مجاہدِ دوراں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے نائب صدر اور بانی رکن تھے۔ آپ کا سیاسی سفر ڈاکٹر امبیڈکر کی سیاسی پارٹی ری پبلیکن پارٹی آف انڈیا سے شروع ہوا۔ آپ پہلی بار تیسری لوک سبھا کے لیے مراد آباد سے منتخب ہوئے، ری پبلیکن پارٹی کے ٹکٹ پر دوبارہ 1980ء میں بہرائچ [لوک سبھا حلقہ] سے انڈین نیشنل کانگریس کے ٹکٹ پر منتخب ہوئے۔

حضرت سید ظفر مسعود اشرف کچھوچھوی:

مجاہدِ دوراں کے تین فرزند ارجمند اور دو دختر نیک اختر ہیں۔ حضرت مولانا سید شاہ ظفر مسعود میاں اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ فرزند متوسط تھے، گھر اور قبیلے کے بارے میں ہم سے زیادہ ہمارے قارئین جانتے ہیں۔ صورت، سیرت اور کردار و عمل میں اپنے والدِ گرامی کے سچے جانشین تھے۔ گفتگو کا انداز، رہن سہن کا طریقہ، ہنسنا مسکرانا اور گاہے بہ گاہے اشعار پیش کر دینا، نرم دم گفتگو گرم دم جستجو، اپنے عزائم کی تکمیل کے لیے مسلسل اور پیہم لگے رہنا آپ کی فطرت کا حصہ تھا، لگتا تھا کہ آپ آرام طلبی اور عیش کوشی سے واقف ہی نہیں تھے۔ آپ سے ہماری کثیر ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ مذہبی میدانوں میں اور سیاست کے گلیاروں میں۔ اب ہم چند باتیں بر وقت سپردِ قلم کرتے ہیں:

جہاں تک ہمارا حافظہ کام کر رہا ہے، جودھ پور راجستھان کے دار العلوم اسحاقیہ میں آپ سے ہماری اولین ملاقات ہوئی، یہ برسوں پہلے کی بات ہے۔ مفتیِ اعظم راجستھان حضرت علامہ مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی علیہ الرحمہ باحیات تھے۔ مفتیِ اعظم راجستھان بلا شبہہ اپنے علم و فضل، تقویٰ شعاری، محبت کرنے اور مہمان نوازی میں یکتائے روزگار تھے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس میں بلند ترین مقام عطا فرمائے، آمین۔

حضرت مجاہدِ دوراں قدس سرہ نے دار العلوم اسحاقیہ جودھ پور کے لیے بڑی قربانیاں پیش فرمائی ہیں، آپ ایک حساس اور ذمہ دار بزرگ تھے، اہم مسائل میں آپ سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ بارہا وہاں قیام فرمایا، ایک بار اپنے تمام پروگراموں سے معذرت فرمائی اور ایک ماہ سے زیادہ دار العلوم کے لیے مسلسل محنت فرمائی، ان کی سرپرستی مستقل رہی۔ آپ کے وصال پر ملال کے بعد صاحب زادہ والا تبار مدعو ہوتے رہے اور انھیں کے طرز پر پروگراموں میں شرکت فرماتے، خطابات سے نوازتے، داخلی اور خارجی مسائل پر نگاہ رکھتے، حضرت مفتیِ اعظم راجستھان کا ایک خاص مزاج یہ تھا کہ مشربی بوالعجبیوں کو آپ نے ہوا تک نہیں لگنے دی۔ آپ نے اشرفی رضوی اختلافات کو سرد کرنے میں بھی کلیدی کردار ادا فرمایا۔ آپ کے یہاں اشرفی علما اور اور مشائخ تشریف لاتے تو رضوی حضرات کے مکانوں میں قیام کرنے کا انتظام فرماتے، اور رضوی علما اور مشائخ تشریف لاتے تو اشرفیوں کے مکانوں میں قیام کرنے کے لیے اہتمام فرماتے۔ اس فکر و عمل کے اسرار کو آپ بخوبی سمجھ رہے تھے۔

اسی دار العلوم میں شیخ طریقت حضرت سید شاہ ظفر مسعود اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ سے ہماری ملاقاتیں ہوتی رہیں، سچ اور حق یہ ہے کہ وہ صرف ملاقات نہیں تھی، بلکہ آپ نے اپنی خوش مزاجی اور ذرہ نوازی سے ہمیں اپنا شیدائی بنا لیا، اس کے بعد متعدّد بار جودھ پور کے اسفار میں آپ سے ملاقات ہوتی رہی، موبائل اور فون سے بھی رابطے میں رہے۔

قصبہ شاہ آباد ضلع رام پور میں، ہم نے دار العلوم اہلِ سنت جامعہ طیبہ قائم کرنے کا شرف حاصل کیا، برسوں پہلے کی بات ہے، ہم نے آپ کو جامعہ طیبہ کے سالانہ اجلاس کے لیے مدعو کیا۔ اس کی پہلی عمارت محلہ امیر علی شاہ آباد میں تعمیر ہوئی۔ بفضلہ تعالیٰ یہ مضبوط چھ کمروں پر مشتمل دو منزلہ عمارت ہے۔ مزید دو منزلیں بن سکتی ہیں۔ اس کے بعد بریلی بدایوں روڈ پر ساڑھے آٹھ بیگھہ زمین خریدی گئی۔ یہ

ایک وسیع زمین ہے، اس کے بھی چاروں طرف آبادی ہو گئی ہے۔
سالانہ اجلاس رام پور بس اسٹینڈ شاہ آباد میں منعقد ہوا تھا، دیگر علما و مشائخ بھی تشریف لائے تھے، کچھوچھہ شریف سے پیکرِ فکر و عمل حضرت سید شاہ ظفر مسعود اشرفی مدعو تھے۔ پروگرام کے دن موسم ابر آلود ہو گیا، مجمع دور تک کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، پروگرام وقت پر شروع ہو گیا تھا، مگر جب حضرت سید صاحب کے اسم گرامی کا اعلان ہوا تو بارش شروع ہو گئی، ہم اور دیگر حضرات سخت تشویش میں تھے کہ اب کیا ہوگا، غازیِ دوراں حضرت سید ظفر مسعود اشرفی کا اندازِ خطابت اپنے والد حضور مجاہدِ دوراں کا تھا۔ آپ نے خطبۂ مسنونہ کے بعد حضور مجاہدِ دوراں کے اشعار پڑھنا شروع کیے، تعارف تو ہم نے بطورِ خاص آپ کا کرا ہی دیا تھا۔ جب آپ اشعار پڑھ رہے تھے تو سامعین میں حیرت انگیز فرحت و انبساط کا رنگ تھا، اہلِ اسٹیج بھی خوب سبحان اللہ، ماشاء اللہ کہہ کر داد دے رہے تھے، اسی دوران تکبیر و رسالت کے نعرے بھی لگنے لگے، ہم بتانا یہ چاہتے ہیں کہ بارش کے باوجود نہ کوئی بیٹھنے والا اٹھا اور نہ کوئی کھڑا ہوا، ادھر سے ادھر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطابت کی بھی غازیانہ مجاہدانہ صلاحیت عطا فرمائی تھی۔ اتنا تو یاد نہیں ہے کہ موضوع کیا تھا اور خطاب کا رخ کیا تھا، مگر حسنی اور حسینی لہو آپ کی رگوں میں دوڑ رہا تھا، سچ اور حق یہ ہے کہ آپ نے جامعہ طیبہ کے سالانہ پروگرام کو کامیاب فرما دیا۔ آپ کی خطابت کے دوران حضور مجاہدِ دوراں ہمیں خوب یاد آئے کہ آپ تو دنیا سے چلے گئے مگر اپنی فکر اور اپنی خطابت کا جانشین چھوڑ گئے۔ بلا شبہ حضرت سید شاہ ظفر مسعود اشرفی اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، اللہ تعالیٰ آپ کی خوب خوب مغفرت فرمائے۔

ایک بار آپ سے شہر رام پور میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا، الیکشن کا موقع تھا، ایک بڑے ہوٹل میں دو علاحدہ علاحدہ کمروں میں ہم دونوں کا قیام تھا۔ حسنِ اتفاق یہ کہ ہم دونوں کا سیاسی نقطۂ نظر ایک تھا، کمروں کی دوری تو بظاہر تھی، ہم لوگوں کی نشست ایک ہی کمرے میں رہتی، اس دوران بھی آپ سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ تفصیل کبھی بعد میں عرض کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

2017ء میں آپ اپنے احباب کے ساتھ جامعہ اشرفیہ مبارک پور تشریف لائے، جامعہ اشرفیہ کے نائب ناظم مفکرِ ملت حضرت مولانا محمد ادریس بستوی دام ظلہ العالی نے ہم سے آپ کے تشریف آوری کے بارے میں پہلے ہی ذکر فرمایا دیا تھا، آپ تشریف لائے، ہم لوگوں نے اپنی وسعت بھر خیر مقدم کیا۔ دن کے قریب چار بجے ہوں گے، ناشتے کا اہتمام تھا۔ اب حضرت سید صاحب سے کھانے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: کھانا تو اب تک نہیں کھایا ہے، اگر آسانی سے مل جائے تو سبحان اللہ، ایسے موقع پر ہم الحاج فیاض احمد عزیزی کی طرف دیکھتے ہیں۔ حاجی صاحب نے فرمایا: کھانا ڈائننگ ہال میں شام کے لیے تیار ہو رہا ہے، اگر حکم ہو تو منگایا جائے۔ حضرت مولانا محمد ادریس بستوی نے فرمایا، ہمارے حضرت سید صاحب کو بر وقت خواہش ہے، آنے میں وقت لگے گا، چلیے ڈائننگ ہال چلتے ہیں، ماسٹر عزیزی نے ڈائننگ ہال کال فرما دی اور ہم سید صاحب کی گاڑی سے ڈائننگ ہال پہنچ گئے۔ دستر خوان لگ چکا تھا، تازہ تازہ کھانا تھا، حضرت سید صاحب نے طبیعت سے تناول فرمایا، کھاتے وقت بار بار سبحان اللہ، ماشاء اللہ کہتے جاتے تھے۔ یہ موقع بھی ایم پی الیکشن کا تھا۔ آپ جامعہ اشرفیہ سے ہی واپس تشریف لے گئے۔

ایک بار دار العلوم وارثیہ گومتی نگر لکھنؤ ایک پروگرام کے موقع پر شرفِ نیاز حاصل ہوا۔ پروگرام کے بعد یا پہلے ایک لمبی نشست ہوئی، دار العلوم وارثیہ کے لیے بھی حضور مجاہدِ دوراں کی بڑی تاریخی جد و جہد رہی ہے۔ یہ سچ ہے کہ آپ نے باضابطہ کوئی دار العلوم تو نہیں بنایا مگر بہت سے مدارس کے لیے آپ نے کلیدی گوناگوں خدمات انجام دیں۔ ان زریں خدمات کو اہلِ مدارس خوب یاد کرتے ہیں۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس وقت حضور مجاہدِ دوراں کا تذکرہ چھڑ گیا، اس وقت ہماری تازہ کتاب ”شہرِ خموشاں کے چراغ“ نئی نئی شائع ہو کر آئی تھی۔ 11 نومبر 1997ء میں حضور مجاہدِ دوراں کا وصال ہوا ہم نے وصال کے بعد آپ کی مجاہدانہ شخصیت پر بعنوان ”آہ! مجاہدِ دوراں نہ رہے“ اداریہ لکھا تھا۔ 1990ء سے 2009ء تک جن شخصیات کی دائمی جدائی پر ہم نے نثری مرثیے لکھے ان کو یکجا کیا گیا۔ ہم نے کتاب کھول کر حضرت غازیِ دوراں کی بارگاہ میں پیش کی، سید صاحب نے کتاب اور اپنے والد گرامی کی مجاہدانہ حیات کے چند صفحات دیکھ کر بے پناہ مسرت کا اظہار فرمایا اور ڈھیر ساری دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔

پیر طریقت حضرت سید شاہ ظفر مسعود میاں اشرفی جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان خانوادہ اشرفیہ کے روشن چراغ تھے، بلند قامت، خوب رو اور وجیہ

تھے، بھری داڑھی اور وسیع نورانی پیشانی تھی، اخلاق و مروت اور تواضع وانکساری موروثی تھی، آنکھوں میں مجاہدانہ چمک تھی، بھاری بھرکم آواز اور غازیانہ لہجہ تھا، باتوں میں دلکشی تھی، تدبر بھری ہم کلامی میں لطف انگیزی رہتی تھی۔ دین ومعرفت کی بھرپور شناسائی تھی اپنے سلسلے کے فیضان سے شرابور تھے۔ آپ اپنی وسیع معلومات اور روحانی معرفت سے اچھے اچھوں کو خاموش کر دیا کرتے تھے۔ آپ نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایل ایل بی اور ایل ایل ایم کی ڈگریاں حاصل کی تھیں۔ سیاسی تدبر عہدِ شباب ہی سے تھا۔ آپ نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں طالب علمی کے دوران الیکشن بھی لڑا تھا، آپ نے وکالت کا پیشہ اختیار نہیں فرمایا، زندگی بھر دین و سنیت اور تصوف و روحانیت کی یادگار خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کا میدانِ عمل روحانی، دینی اور سیاسی تھا۔ مجاہدِ دوراں کے وصال کے بعد آپ کو اپنے والد گرامی کا جانشین منتخب کیا گیا، آپ نے اپنی سیاسی زندگی میں سماج وادی کے بینر سے خدمات انجام دیں، مسلسل اس کی کارگزاری اور اپنے اثرورسوخ سے مدارس، خانقاہوں اور مسلمانوں کی خدمت انجام دیتے رہے۔ آپ کو اسی پارٹی کے ذمہ داروں نے مچھلی پالن کا وزیر بھی منتخب کیا، اس وزارت سے بھی آپ نے یادگار کارنامے انجام دیے، عام طور پر آپ کا قیام اتر پردیش کی راج دھانی لکھنؤ میں اپنے مکان میں رہتا تھا، آپ یہیں سے دینی، روحانی، ملی، سماجی اور سیاسی خدمات انجام دیتے رہے۔ بلند اخلاق، ملنسار اور مہمان نواز تھے، خوردہ نوازی اور سخاوت کے آپ میں آبائی اثرات تھے۔

اپنے وصال سے قریب بیس روز قبل ضلع مراد آباد میں قیام پزیر تھے، سینے میں درد اٹھا، مراد آباد ہاسپیٹل میں ناپاس کر دیا، دہلی ریفر کیا، دہلی کے ہاسپیٹل میں آپ نے لگ بھگ 55 برس کی عمر میں آخری سانس لی، وصال کی اندوہ ناک خبر سے ہر طرف کہرام مچ گیا۔ دہلی سے آپ کو کچھوچھا مقدسہ لایا گیا اور اسی روحانی مقام پر آپ کی آخری رسوم ادا کی گئیں ہم دعا کرتے ہیں مولا تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں بلند ترین مقام عطا فرمائے۔ پس ماندگان، اہلیہ محترمہ، بچوں، اعزہ و اقارب اور مریدین و متوسلین کو صبر وشکر کی توفیق سے سرفراز فرمائے۔
آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ ❋❋❋

(ص:47 کا بقیہ)

ہاں میں ہوں تیرے گیسوئے پر پیچ کا اسیر
تنہا مگر حیات بسر کر رہا ہوں میں
صحرا نورد ہوں یا کوئی کوہ کن ہوں میں
جو ہوں قسم خدا کی میں سرشار عشق ہوں
ہنستی ہے میرے حال پہ دنیا تو کیا ہوا
میں مستِ حال و قال ہوں شہکار عشق ہوں

اس شعر سے واضح ہوا کہ شاعر موصوف عشق و محبت کی آنچ میں محفلِ سماع، حال و قال اور وجد و کیف کی لذتوں سے کس قدر آشنا ہیں، مندرجہ ذیل شعر میں دیوانگیِ لیلیٰ کے علاوہ حسنِ سیاہ فام پر بھی شاعر قربان ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

گر چہ سیاہ فام ہے لیکن حسین ہے
دل کہہ رہا ہے واقعی تو دل نشین ہے
کیوں کر نہ تیرے حسن پہ قربان ہو کوئی
چہرہ ہے تیرا دل میں سجانے کے واسطے
ایک ساعتِ خوشی کو ضروری ہیں رنج و غم
لازم ہے روٹھنا بھی منانے کے واسطے
افسوس ایک روز وہ مجھ سے بچھڑ گیا
گزرا میں اس کے بعد کئی امتحان سے
مرے شیخ طریقت کو بھی مجھ پر رشک آتا ہے
کہ میں تقویٰ میں بھی اک شیوۂ رندانہ رکھتا ہوں
سودا اگر چہ کوئی بھی سستا نہیں ہے دوست
مہنگی ہے ہم کو وصل کی دولت علی الخصوص

ان کے علاوہ بھی بہت سے اشعار میں فکری بلاغت و متانت نظر آتی ہے مگر ایسا بھی نہیں کہ اوصاف و محاسن کے مجمع میں عیوب و سہو کی شمولیت نہیں۔ بہت سے اشکار لفظی ترکیب و اضافت کے ناقابلِ قبول اجتہادی رنگ میں نظر آتے ہیں جو اساتذۂ سخن کی شاعری میں موجود نہیں۔ شاعر نے اپنی خود اعتمادی اور فکری زعم کا کھل کر مظاہرہ کیا ہے، نشاندہی کی جا سکتی ہے مگر طوالت کے سبب یہ ذمہ داری کوئی اور بھی نبھا سکتا ہے۔ "رندانہ" کی اشاعت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

☆☆☆☆☆

صدائے بازگشت

ہم آپ کی یادگار نوازشوں کے شکرگزار ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلي علیٰ رسولہ الکریم

ابو الفضائل حضور سیدنا شیخ سید صابر حسین شاہ بخاری قادری مدنی دامت برکاتہم القدسیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مزاجِ عالی جاہ!

مکتوبِ گرامی وقار نظر نواز ہوا، دیکھ کر طبیعت باغ باغ ہوگئی، آنکھیں پرنور اور دل مسرور ہوگیا۔ پڑھا تو لفظ و معنیٰ کی سحر انگیزی میں الجھ کر رہ گیا، اپنے لیے جو کبھی سوچا نہیں تھا، وہ آپ کے کرامت آثار جملوں نے پیکرِ تمثیل سامنے رکھ دیا۔ بڑوں کی ذرہ نوازیاں ہر دور میں شہرۂ آفاق رہی ہیں۔ آپ کی خسروانہ نوازشوں کی صورت میں آج بھی ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں۔ سچائی یہی ہے کہ خود ستائی ہو یا اپنے بڑوں کی ذرہ نوازیاں، دنیا کے ہر کم سواد انسان کو اچھی لگتی ہیں۔ خدا بھلا کرے آپ کا کہ آپ نے بھی ہمارے ساتھ وہی بزرگانہ سلوک فرمایا ہے، خیر یہ آپ کا بڑپن اور خوردہ نوازی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی دعاؤں کو اپنی بارگاہِ بے نیاز میں قبول فرمائے اور اس حقیر فقیر گناہ گار کو اس کے مثل بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ ورنہ سچ اور حق یہ ہے کہ من آنم کہ من دانم۔

آپ سے کسی بزرگ نے دریافت کیا تھا کہ حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ کے مرشدِ گرامی شیخ المشائخ اعلیٰ حضرت سید شاہ محمد علی حسین اشرفی کچھوچھوی قدس سرہ کا تعارف کیا ہے۔ آپ خانقاہ چشتیہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کے عظیم بزرگ تھے۔ اجمیر مقدس میں عہدِ طالب علمی میں دیگر 39 طالبانِ علومِ نبویہ کے ساتھ حضور حافظِ ملت قدس سرہ بھی آپ کے مرید ہوئے تھے، اس کے بعد حضور حافظ ملت بحیثیت صدر المدرسین مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور تشریف لائے تو حضور شیخ المشائخ کچھوچھوی قدس سرہ نے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ منوریہ اور سلسلہ عالیہ چشتیہ اشرفیہ کی مبارک پور میں خلافت و اجازت بھی عطا فرمادی۔ حضور صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت نے بھی آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ ہم اس تعلق سے اپنا ایک مضمون ارسال کرتے ہیں۔ حضور اشرفی میاں کچھوچھوی کے تفصیلی احوال نیٹ پر دستیاب ہیں۔

ایک مکتوب میں آپ نے حضرت علامہ بدر القادری علیہ الرحمہ کے حوالے سے کچھ معلومات دریافت فرمائی ہیں۔ چند باتیں عرض ہیں۔ آپ کا نکاح شہر اعظم گڑھ کی خاتون صاحبہ سے ہوا تھا، آپ نے متعدّد بار حج و زیارت کی دولت حاصل فرمائی۔ حضور غوثِ اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی بغدادی قدس سرہ کی بارگاہ میں بھی حاضری کی سعادت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کا خاندانی پس منظر بھی بہت اچھا اور مذہبی تھا۔ آپ کے ایک برادر حضرت مولانا رضوان احمد قادری بھیونڈی مہاراشٹر میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دے رہے تھے، انھیں وہاں ایک فساد میں غیر مسلموں نے شہید کردیا، اللہ تعالیٰ ان کی شہادت قبول فرمائے آمین۔ حضرت علامہ بدر القادری نے ان کی شخصیت و شہادت پر بنام ”حضرت مولانا رضوان احمد شہید“ کے نام سے ایک پوری کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ آپ علیہ الرحمہ پانچ برادران تھے، شاید تیسرے نمبر پر آپ کا اسمِ گرامی ہے۔

متعدّد برسوں کے بعد آپ کی اولاد ہوئی۔ جن میں دو فرزند اور دو دخترِ نیک اختر ہیں۔ ہم نے آپ کی شخصیت پر جو لکھا ہے اس شمارے کو ہم نے روانہ کردیا ہے۔ نیز پانچ برس کے شمارے بھی آپ کو بھیج دیے ہیں۔

آپ مسلسل تحریریں روانہ فرماتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل قبول فرمائے۔ نگارشات تو سب ہی قابلِ شاعت ہوتی ہیں بلکہ ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور کے علمی معیار میں اضافہ کرنے والی ہوتی ہیں۔ جہاں تک ممکن ہوتا ہے ہم شائع کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

ابھی کتنے دنوں کی بات ہے، آپ نے ماہ نامہ الخاتم انٹرنیشنل کا ”امیر المجاہدین نمبر“ ایک ہزار سے زائد صفحات کا مرتب کر کے شائع فرمایا تھا۔ اس کی بھی آپ نے PDF فائل کی صورت میں روانہ فرما کر تبصرہ کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔ ہماری کج مج تحریر کو بھی آپ نے بڑے اہتمام سے اس میں شامل فرمایا ہے۔ نمبر دیکھا بلا شبہہ امیر المجاہدین حضرت علامہ شاہ حافظ غلام حسین جیسی عظیم شخصیت تھی،

آپ نے ضخیم ووقیع نمبر مرتب کر کے اپنے بے باک مجاہد ہونے کا بڑی حد تک حق ادا فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول و مقبول فرمائے، اس پر تبصرہ لکھنا بھی ہم پر قرض ہے۔

اب ماہ نامہ الحقیقۃ کا "تحفظ ختم نبوت نمبر" جلد دوم بھی ارسال فرمادیا۔ ایک ہزار سے زائد صفحات کا یہ وقیع نمبر دیکھ کر ورطۂ حیرت میں ڈوب گیا، اللہ تعالیٰ آپ کو اور ماہ نامہ الحقیقۃ کی پوری ٹیم کو بے شمار جزاؤں سے سرفراز فرمائے۔ یہ نمبر "من جانب ادارہ الحقیقۃ نقش لاثانی نگر شکر گڑھ نارووالی سے جاری ہوا ہے۔

اس نمبر میں ختم نبوت کی تحریکوں، کتابوں اور ناموس رسالت کے محافظین کو جس انداز سے جمع کیا گیا ہے، حق یہ ہے کہ آپ حضرات نے ختم نبوت کے تحفظ کا بڑی حد تک اپنا حق ادا فرما دیا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اس پر بھی اظہار کروں۔

آپ نے ا]پنی دو کتابیں بھی ارسال فرمائی ہیں۔ (1) امام احمد رضا اور احترام سادات، صفحات: 64 (2) نعت اور عقیدۂ ختم نبوت۔ ماشاء اللہ آپ لکھتے ہیں اور بھرپور لکھتے ہیں۔

جی، یاد آیا۔ سہ ماہی مجلہ "ذوق" اٹک سے مرتب ہونے والے "فضیلۃ الشیخ نمبر" کی فہرست بھی نظر نواز ہوئی، ہماری معمولی تحریر پر بھی آپ نے گراں قدر تاثرات کا اظہار فرمایا تھا۔ آپ کی عظیم شخصیت اور خدمات کے تعلق سے یہ نمبر ایک دستاویز ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس یادگار نمبر کی اشاعت کب تک ہوگی، ہمیں شدید انتظار ہے۔

ہم ایک بار پھر آپ کی اہم کاوشوں اور یادگار نوازشوں کے شکر گزار ہیں۔ عہدِ حاضر میں آپ رسولِ کریم ﷺ کی سچی یادگار ہیں۔ ہم گنہگاروں کو اپنی دعاؤں اور خصوصی توجہات میں یاد رکھیں۔

29 جمادی الثانی 1443ھ — آپ کا شیدائی
2 جنوری 2022ء — احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ

خدم التدریس والصحافۃ
جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
ضلع اعظم گڑھ، یو. پی. (انڈیا)

بھگوا غنڈوں سے گھری گر میری بیٹی ہوتی.....

کرناٹک کے کئی کالجوں میں آج کل حجاب کا معاملہ بڑا پیچیدہ ہو چلا ہے۔ مسلم بچیوں کو حجاب کے ساتھ کلاس رومز میں آنے پر ادارے کے ذمہ داروں نے روک لگا دی ہے۔ ان کا ترک کیا ہے کیا نہیں یہ دوسری بحث ہے مگر جو تصویریں سامنے آرہی ہیں ان سے لگتا ہے بھگوا رومال ڈالے بہت سارے غنڈے ہمارے قوم کی بیٹیوں کو گھیرے ہوئے ہیں اور اچھل کود کر کے اپنے مذہب کا نعرہ لگا رہے۔ حالاں کہ کچھ ایسی تصویریں بھی آئی ہیں جن میں دیکھا گیا نیلا رومال پہن کر کچھ دلت طبقہ کے نوجوانوں نے مسلم بچیوں کی حمایت کی ہے مگر ان کی تعداد مٹھی بھر ہے۔ اور وہیں ہمارا حال ہے کہ ہم اپنے گھروں میں بیٹھ کر تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ ذرا تصور تو کریں کہ ایسے نازک حالات میں اگر ان مسلم بچیوں کی جگہ ہماری اور آپ کی بیٹی ہوتی تو بھی کیا ہم ہاتھ پہ ہاتھ رکھے بیٹھے ہوتے؟ کیا اس وقت بھی ہم خاموش تماشائی بنے بیٹھے رہتے؟ کسے نہیں معلوم کہ اگر اتنے سارے نوجوان جو کہ اس وقت جوانی اور نفرت کے نشے میں دھت ہیں ان کے درمیان مٹھی بھر بچیوں کے تحفظ کا کیا؟ کیا ہمیں انھیں ان درندوں کے سامنے ایسے ہی چھوڑ دینا چاہیئے؟ کیا ہمیں ان درندوں کے خلاف کچھ نہیں کرنا چاہیئے؟؟؟ میں یہ نہیں کہتا کہ اے مسلمانو تم ہتھیار اٹھا کر میدان میں آجاؤ مگر کیا ہم مسلمانوں میں قانونی کارروائی کرنے کی بھی ہمت نہیں؟ کیا ہمارا ملک جمہوری ملک نہیں؟ کیا ملک کے آئین میں ہمارے حقوق محفوظ نہیں؟ تو پھر کیوں ہم اپنے حقوق کی لڑائی نہیں لڑنا چاہتے ہیں؟ کیوں ہم اپنے حقوق کی پاس داری کے لیے آگے نہیں آتے؟؟؟ ماضی اور حال میں ہم پر ہزاروں ظلم کیوں نہ ہوئے ہوں، لاکھوں ہندو سادھو کیوں نہ اس ملک کو ہندو راشٹر بنانے کی مانگ کرتے ہوں، کروڑوں لوگوں کو کیوں نا ملک کے مسلمانوں کے وجود کو ختم کرنے کی خواہش مگر کیا اس ملک میں ہمارای تعداد نہ کے برابر ہے؟ 15 سے 20 کروڑ مسلمانوں کی آبادی والے اس ملک میں شاید ہی اب تک کسی نے قانونی چارہ جوئی کی پیش رفت کی ہو۔ مسلم لیڈران ہو یا مسلم تنظیمیں یا بڑے چھوٹے مذہبی رہنما سب کے سب ابھی بلوں میں گھسے ہوئے اپنی بہن بیٹیوں کی عزت کو تار تار ہوتا دیکھ کیا لطف اندوز ہو رہے ہیں؟؟؟

اگر ایسا ہے تو پھر تیار رہیں کل آپ کے بہن بیٹی کی عزت آپ کے سامنے یوں لوٹی جائے گی کہ آپ اف تک نہ کر سکیں گے اور اس گمان میں نہ رہے کہ ایسا نہیں ہوگا۔ اگر آج ہم نے کچھ نہ کیا تو خدا نہ کرے لیکن کل واقعی ایسا ہی ہوگا۔ اور خدا نہ خواستہ ایسا ہوا تو یقیناً اپنی بہن بیٹی کی عزت نیلام کرانے کا اسباب مہیا کرانے والے کوئی اور نہیں بلکہ خود آپ ہی ہوں گے۔ لہٰذا اب بھی وقت ہے اپنی بہن بیٹیوں کی عزت و ناموس کی خاطر آگے آئیں اور جتنا ممکن ہو اتنا اس مسئلہ میں اپنی قربانی پیش کریں! ورنہ آپ کی آنے والی نسلیں آپ پر ماتم کرتے بھی شرمائیں گی۔

از: **محمد شعیب رضا نظامی فیضی**۔ چیف ایڈیٹر: ہماری آواز، گورکھ پور

خیروخبر

دوروزہ مسابقۂ خطابت، صحافت، حدر، ترتیل ونعت شریف

بموقع عرس حضور خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمہ

5/4/رجب المرجب 1443ھ 6/7 فروری 2022ء

بمقام دارالعلوم فیضان اشرف باسنی ناگور راجستھان

تحریر وتقریر، حدروترتیل اور نعت شریف میں دوروزہ انعامی مقابلہ رکھا گیا جس میں 164/ طلبہ شریک مقابلہ ہوئے۔

اس مسابقہ کی صدارت حضرت مولانا حافظ محمد سعید اشرفی بانی ومہتمم ادارہ ہذا فرماتے رہے۔ اس کے انتظام کی باگ ڈور حضرت مولانا محمد یونس فیضانی مصباحی نے سنبھالی۔ مسابقہ کے فیصل حضرات اساتذہ کرام ادارہ ہذاہی تھے۔

تحریری وتقریری عناوین دو گروپس میں منقسم تھے۔ گروپ (الف) سادسہ تا فضیلت اور گروپ (ب) ثالثہ تا خامسہ

تحریری عناوین:

گروپ الف: (1) فتنہ ارتداد: اسباب وتدارک

(2) طلبہ مدارس میں اخلاق وادب کا فقدان

گروپ ب: (1) کامیاب طالب علم کے اصول وشرائط

(2) موبائل فون کتنا مفید کتنا مضر

تقریری عناوین

گروپ الف: (1) مسلمانوں کی پسماندگی اور اس کے اسباب

(2) تحفظ ناموس رسالت اور ہماری ذمہ داریاں

گروپ ب:

(1) سرکار خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کا دعوتی اسلوب

(2) جنگ آزادی میں مسلمانوں کا کردار

ہر گروپ میں اول دوم اور سوم پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کے لیے خصوصی انعامات رکھے گئے تھے باقی جملہ شرکا کو بھی ترغیبی انعام سے نوازا گیا۔

اول، دوم اور سوم پوزیشن یافتگان طلبہ کے اسماو تفصیل انعامات:

صحافت (گروپ الف)

1- ابصار عالم بن شوکت علی، شیرانی آباد، فضیلت
بہار شریعت مکمل مع 1100 روپے وشلڈ

2- معین الدین بن مولانا ارباب، رون، سابعہ
فتاویٰ فیض الرسول مکمل مع 700 روپے وشلڈ

3- محمد داؤد بن محمد ابراہیم، جے پور، سادسہ
مدارج النبوۃ مکمل مع 500 روپے وشلڈ

صحافت (گروپ ب):

1- احمد رضا بن محمد حسین نظامی، ایم پی، ثالثہ
بہار شریعت مکمل مع 1100 روپے وشلڈ

2- محمد ثقلین بن محمد سعید، باسنی، ثالثہ
فتاویٰ فیض الرسول مکمل مع 700 روپے وشلڈ

3- محمد نیاز بن حمید، کیرالا، فضیلت
مدارج النبوۃ مکمل مع 500 روپے وشلڈ

خطابت (گروپ الف):

1- محمد صدیق بن علی شیر، باڑمیر، سابعہ
بہار شریعت مکمل مع 1100 روپے وشلڈ

2- محمد اعجاز بن محمد صدیق، پھلودی، سادسہ
فتاویٰ فیض الرسول مکمل مع 700 روپے وشلڈ، قرعہ

3- محمد سرتاج بن نظر الحق، بہار، سادسہ
مدارج النبوۃ مکمل مع 500 روپے وشلڈ، قرعہ

خطابت (گروپ ب):

1- احمد رضا بن محمد حسین نظامی، ایم پی ثالثہ،
بہار شریعت مکمل مع 1100 روپے وشلڈ

2- محمد آصف بن محمد فاروق، برنیل، خامسہ

فتاویٰ فیض الرسول مکمل مع 700 روپے و شلڈ

3- محمد سمیر بن رمضان خاں، ستاسر، رابعہ

مدارج النبوۃ مکمل مع 500 روپے و شلڈ، قرعہ

حدر:

1- عبدالسبحان بن محمد سلیم، اجمیر شریف، حفظ ج

بہار شریعت مکمل مع 1100 روپے و شلڈ، قرعہ

2- محمد صادق بن عبدالکریم، پھلودی، حفظ د

فتاویٰ فیض الرسول مکمل مع 700 روپے و شلڈ، قرعہ

3- محمد افروز بن محمد اقبال، باسنی، رابعہ

مدارج النبوۃ مکمل مع 500 روپے و شلڈ

ترتیل:

1- برکت اللہ بن خان محمد، جیسلمیر، سابعہ

بہار شریعت مکمل مع 1100 روپے و شلڈ

2- محمد اشفاق بن شہادت علی، شیرانی آباد، خامسہ

فتاویٰ فیض الرسول مکمل مع 700 روپے و شلڈ، قرعہ

3- غلام دستگیر بن قاری لعل محمد، باڑمیر، اولیٰ

مدارج النبوۃ مکمل مع 500 روپے و شلڈ، قرعہ

نعت شریف:

1- عبدالسبحان بن محمد سلیم، اجمیر شریف، حفظ جبہار شریعت مکمل مع 1100 روپے و شلڈ

2- محمد صدیق بن علی شیر، باڑمیر، سابعہ

فتاویٰ فیض الرسول مکمل مع 700 روپے و شلڈ، قرعہ

3- محمد نیاز بن جان محمد، سروہی، رابعہ

مدارج النبوۃ مکمل مع 500 روپے و شلڈ، قرعہ

ترغیبی انعام میں "الحق المبین" (تصنیف علامہ احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ) دی گئی۔

بحمدہ تعالیٰ یہ مسابقہ پانچ نشستوں پر مشتمل رہا۔ پانچویں اور آخری نشست میں تقسیم انعامات وعلماے کرام کے بیانات و تاثرات ہوئے، جس میں توسیعی خطاب کرنے کے لیے مہمان خصوصی کی حیثیت سے حضرت مولانا مفتی خالد ایوب مصباحی شیرانی مدعو تھے۔ تحریر و تقریر کے حوالے سے آپ کا بہت ہی عمدہ توسیعی خطاب ہوا، فرمایا کہ تقریر کرنٹ ایشوز پر موثرانداز میں کریں، گھسے پٹے فرسودہ موضوعات سے گریز کریں اور تحریر میں طول طویل تمہید، گنجلک تعبیرات، بکثرت مترادفات، جذباتیت، سطحی کلام واسلوب، کاپی پیسٹ اور سرقہ بازی سے دور ونفور رہیں۔

تاثراتی بیانات: مولانا حافظ اکبر حسین رضوی، خطیب وامام مدینہ مسجد باسنی، حضرت مولانا حافظ اللہ بخش اشرفی، خطیب وامام نگینہ مسجد باسنی، حضرت مولانا محمد عرفان فیضانی خطیب وامام فاروقیہ مسجد کھاری، نے اپنا قیمتی وقت دے کر شریک مجلس ہوئے اوراپنے گراں قدر تاثرات سے نوازا۔ تلاوت قرآن کے بعد اس نشست کا افتتاحی تاثر مولانا حافظ محمد اسماعیل اشرفی فیضانی کا ہوا جنھوں نے خطابت کے اہم نکات پر اچھی روشنی ڈالی۔ جب کہ صبح کی اختتامی مجلس میں مولانا خلیل احمد فیضانی پھلودی نے قرطاس وقلم، اہمیت مطالعہ اور اپنے تجربات پر بہت اچھی گفتگو کی۔ علما کے علاوہ حضرت مولانا سکندر علی اشرفی کھاری، مولانا محمد رفیق فیضانی، مولانا شاہد علی فیضانی، مولانا محمد رضا فیضانی، مولانا احمد رضا فیضانی اور اراکین ادارہ جناب حاجی حسن خازن ادارہ ہذا، جناب قربان علی سکریٹری، وجناب عبدالکریم زلفی جوائنٹ سکریٹری ادارہ ہذا وغیرہ بھی مجلس کورونق بخش رہے تھے۔

تاثرات کے بعد مقابلہ کا نتیجہ ورزلٹ سنایا گیا اور پوزیشن یافتگان بچوں کو انعامات تفویض کیے گئے۔

اخیر میں شیخ الجامعہ نے تشریف لائے ہوئے جملہ علماے کرام وممبران ادارہ ہذا شکریہ ادا کیا اور پھر صلوٰۃ وسلام اور دعا پر مجلس کا اختتام ہو گیا۔

قاری شرف الدین مصباحی کو صدمہ والدہ ماجدہ کا انتقال پر ملال

کلھوئی تھانا علاقہ میں واقع مغلیا کے رہائشی مولانا قاری شرف الدین مصباحی خطیب وامام سنی نئی مسجد گھڑپ دیو، آفس انچارج دفتر اشرفیہ ممبئی کی والدہ ماجدہ کا قضاے الٰہی سے انتقال پر ملال ہو گیا۔ انتقال کی خبر سنتے ہی علما و عوام نے تعزیتی کلمات پیش کیے۔ مولانا غیاث الدین خان نظامی نے کہا کہ بلا شبہ والدہ کی رحلت قاری صاحب کے ساتھ دیگر اہل خانہ کے لیے ایسا خلا ہے جو کبھی کسی صورت میں پر ہونے والا نہیں۔ مولانا محمد شاہد رضا مصباحی نے کہا کہ موت بر حق ہے، ہر انسان کو مرنا ہی ہے۔ جب موت کا وقت آجائے تو ایک لمحہ کے لیے مقدم و موخر نہیں ہوتی ہے۔ (باقی ص:42 پر)

R.N.I. No. 29292/76
Regd. No. AZM/N.P.2

THE ASHRAFIA MONTHLY

APRIL 2022

Mubarakpur Azamgarh (U.P.) 276404 (INDIA)

(Mob. No.) 9450109981 (Mumbai Office) 022-23726122 (Delhi Office) Tel. 011-23268459, Mob.No. 9911198459

www.aljamiatulashrafia.org Email: info@aljamiatulashrafia.org

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا علمی فیضان ہندوستان گیر ہی نہیں بلکہ اب عالم گیر ہوگیا ہے۔ اشرفیہ نے جس برق رفتاری سے ارتقائی منزلیں طے کی ہیں اشرفیہ کے معاونین اور دیگر اہلِ خیر اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اس وقت دو سو پچاس سے زائد افراد پر مشتمل ایک متحرک اور فعال اسٹاف اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہے اور مختلف شعبوں میں تقریباً گیارہ ہزار طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بیرونی طلبہ کی خوراک، رہائش اور اساتذہ و ملازمین کی تنخواہوں پر ایک خطیر رقم سالانہ خرچ کی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ ادارہ بجا طور پر اہلِ خیر حضرات کی خصوصی توجہ کا طالب ہے۔ والسلام

عبدالحفیظ عفی عنہ

سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

DONATION

You can make donation by cheque, Draft or by online in the favour of–

(For Education) برائے تعلیمی چندہ	(For Construction) برائے تعمیری چندہ
(1) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Central Bank of India** **A/C 3610796165** IFSC. Code: CBIN 0284532	(1) Aljamiatul Ashrafia **Central Bank of India** **A/c 3610803301** IFSC. Code: CBIN 0284532
(2) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Union Bank of India** **A/C 303001010333366** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301	(2) Aljamiatul Ashrafia **Union Bank of India** **A/c 303002010021744** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301
(3) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Punjab National Bank** **A/c 05752010021920** IFSC. Code : PUNB0057510	(3) Aljamiatul Ashrafia **Punjab National Bank** **A/c 05752010021910** IFSC. Code : PUNB0057510

(1)- Exempted u/s 80G, (5) (VI), of Income Tax Act. 1961, Vide File No. Aa.Ayukt/Gkp/80G, Redg. S.No. 178/2011-12 Dt. 30/8/2011 w.e.f A.Y 2012-13 (F.Y.2011-12)
(2)- Exempted u/s 12A, Vide Letter No. 177/2011-12

BHIM
BHARAT INTERFACE FOR MONEY

BHIM UPI Payments Accepted at
Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Account Number : 3610796165, IFSC Code: CBIN0284532

SCAN & PAY ANY UPI SUPPORTED APPS

Only for Foreign Countries. FCRA Registration. No.236250051 Nature: Educational Social. For Account Detail, please visit http://aljamiatulashrafia.in/donation.php?lang=EN